SEPTEMBER 2012
Regd. # SC-1177
العُروَہ فی مناسکِ الحجّ والعُمرَہ
فتاویٰ حج وعمرہ
حصّہ ہفتم
مصنف
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ النعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دار الإفتاء جمعیۃ إشاعۃ أھل السنۃ)
مرتب
حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی
جمعیّت اِشاعتِ اہلِسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-2439799 Website : www.ahlesunnat.net - www.ishaateislam.net
https://t.me/tehqiqat
جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں
مدارس حفظ و ناظرہ
جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت صبح ورات کو حفظ وناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ وناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔
درس نظامی
جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔
دار الافتاء
جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دار الافتاء بھی قائم ہے۔
مفت سلسلہ اشاعت
جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع
تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔
ہفتہ واری اجتماع
جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نماز عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔
کتب و کیسٹ لائبریری
جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔
روحانی پروگرام
تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا

نام کتاب : العُرْوَةُ فِیْ مَنَاسِكِ الحَجِّ وَ العُمْرَة

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : ذی قعدہ 1433ھ۔ستمبر 2012ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 221

تعداد اشاعت : 3600

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیشِ لفظ	5
۱۔	نمازِ احرام سنّت مؤکدہ ہے	7
۲۔	کیا احرام صرف دو چادریں پہن لینے کا نام ہے؟	8
۳۔	بیت اللہ شریف پر پہلی نظر اور دُعا	10
۴۔	احرام متعین کے بغیر طواف شروع کرنے والا کا حکم	12
۵۔	نیتِ طواف، تکبیر طواف اور استلام الحجر الگ الگ ہیں	13
۶۔	داہنی جانب سے ابتداء طواف کی حکمت	17
۷۔	سفید رطوبت آنے کی صورت میں طواف کا حکم	18
۸۔	فاسد تاویل سے ممنوعات احرام کے مرتکب میں مذاہب	21
۹۔	عمرہ میں سعی سے قبل نفلی طواف کا حکم	33
۱۰۔	عمرہ میں پہلے سعی کرنے والے کا حکم	34
۱۱۔	مُحرِمہ ماہواری آنے پر احرام کھول دے تو کیا حکم ہے؟	39
۱۲۔	طُہر متخلّل میں عمرہ ادا کر لیا تو کیا حکم ہے؟	41
۱۳۔	حلق یا تقصیر کے بغیر عمرہ کا احرام کھولنے والے کا حکم	46
۱۴۔	عمرہ کے بعد بغیر حلق کے دوسرے عمرے کا احرام باندھنا	48
۱۵۔	بلا احرام جدہ پہنچنے والے متمتع کا حکم	50

۱۶۔	جدہ سے احرام باندھنے والے آفاقی کا حکم جس نے عمرہ فاسد کردیا	55
۱۷۔	آفاقی کا عمرہ کے احرام کے ساتھ جدّہ سے واپس جانا	58
۱۸۔	آفاقی کا حج سے قبل عمرہ ادا کرکے واپس جانا	61
۱۹۔	مُحصَر کا حکم	62
۲۰۔	جدّہ سے براستہ مکہ طائف جانے والے کے احرام کا حکم	75
۲۱۔	جدّہ میں رہنے والے کا حجِ قران	76
۲۲۔	کیا مدینہ شریف کے رہنے والے حجِ افراد کرسکتے ہیں؟	82
۲۳۔	مدینہ طیبہ سے حجِ قران کا حکم	84
۲۴۔	حاجی مزدلفہ میں نمازِ مغرب ادا کی نیّت سے پڑھے	87
۲۵۔	مُزدلفہ میں مغرب وعشاء کے مابین تکبیر تشریق	90
۲۶۔	طوافِ زیارت کی حج میں اہمیت	94
۲۷۔	طوافِ وداع کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟	99
۲۸۔	مآخذ ومراجع	103

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفرِ حج میں اور کچھ کراچی میں مزید

فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ ہم حصہ ہفتم میں شائع کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں، باقی کچھ روک لئے ہیں، انہیں حصہ ہشتم میں اس سال سفرِ حج میں لکھے جانے والے فتاویٰ کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔

اور فتاویٰ حج وعمرہ کے ساتویں حصے کو جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 221ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نمازِ احرام سنّت مؤکّدہ ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ احرام کی چادریں پہننے کے بعد احرام کی نیّت کرنے سے قبل کو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے وہ مستحب ہے یا سنّت یا واجب اور یہ نماز سر ڈھک کر پڑھی جائے یا ننگے سر؟

(السائل: سید محمد حسین، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام کی نیت سے تلبیہ کہنے سے قبل جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے یہ نماز سنّت مؤکّدہ ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و صلاةُ الإحرامِ سُنّةٌ مُؤكّدةٌ (۱)

یعنی، نمازِ احرام سنّت مؤکدہ ہے۔

اور یہ نماز حالتِ احرام میں نہیں ہوتی اِس لئے یہ نماز سر ڈھک کر پڑھے اور احرام تو اس نماز کے بعد احرام کی نیّت سے تلبیہ کہہ لینے سے شروع ہوتا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فيُحرِمُ عقيبَها أي عقيبَ ركعتَي الإحرام حالَ جُلُوسِه قبلَ القيامِ (۲)

یعنی، پس احرام باندھے اُس کے بعد یعنی نمازِ احرام کی دو رکعت کے بعد بیٹھے ہوئے اُٹھنے سے قبل احرام باندھے۔

اور احرام باندھنا یہ ہے کہ احرام کی نیّت سے تلبیہ کہے اور اِس سے ظاہر ہوا کہ نمازِ

۱۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الخطبة، فصل: في إحرام الحاج من مكّة المشرّفة، تحت قوله: ثمّ ركعتي الطّواف، ص۳۰۷

۲۔ لُباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الخطبة، فصل: في إحرام الحاج من مكّة المشرّفة، ص۲۰۷

احرام حالتِ احرام میں نہیں ادا کی جاتی بلکہ اِس نماز کے بعد احرام کی نیت سے تلبیہ کہی جاتی ہے جسے احرام باندھنا کہتے ہیں، لہٰذا جب یہ نماز حالتِ احرام میں نہیں تو عام حالات کی طرح یہ نماز بھی سر ڈھک کر پڑھے گا، اگر الگ کپڑا یا ٹوپی وغیرہ نہ پائے تو اپنی چادر سے ہی سر کو ڈھک لے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۲ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۲۸نوفمبر ۲۰۱۰م 700-F

کیا احرام صرف دو چادریں پہن لینے کا نام ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احرام صرف دو چادریں پہن لئے کا نام ہے، اس طرح کہ دو سفید چادریں زیبِ تن کر لیں تو احرام والے ہو گئے، اِس بات کی شرعی رُو سے کیا حقیقت ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: احرام تو حج یا عمرہ کی نیّت سے تلبیہ کہہ لینے سے شروع ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے فتاویٰ میں بھی اِس پر تفصیل سے کلام موجود ہے باقی عوام النّاس کی ایک بڑی تعداد دو سفید چادر پہن لینے کو احرام باندھ لینا کہتے ہیں اور اُتار دینے کو احرام کھولنا کہتے ہیں اور اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ صرف دو چادریں پہن لے تو احرام کی پابندیاں شروع ہو گئیں اور بلا نیّت وتلبیہ کے اُسی حالت میں حج یا عمرہ کر لیا تو ادا ہو گئے ہاں اگر کوئی اس طرح سمجھتا ہے تو وہ صریح غلطی پر ہے۔

مُحقِّق یوسف بن جنید رومی حنفی الملقب باخی چلپی (۳) متوفی ۹۵۰ھ لکھتے ہیں:

۳۔ مُحشّی "ذخیرۃ العُقبیٰ" مولوی محمد عالم حضرکوئی حنفی لکھتے ہیں کہ و معنی جلبی فی عُرفهم سیّدی، نصّ علیه شمس الدّین السّخاوی فی کتابه "الضَّوءُ اللّامع فی أعیانِ القَرن التّاسع" فی ترجمة حسن جلبی (حاشیة ذخیرة العُقبی، خاتمة الکتاب، ص ٥٤٠) یعنی، اُن کے عُرف میں چلپی کا معنی یہ ہے کہ سیدی ہے، شمس الدین سخاوی نے اپنی کتاب "الضَّوء اللامع فی أعیان القرن التّاسع" میں حسن چلپی کے حالات میں اِس کی تصریح کی ہے۔

و هو عبارة عن مجموع النّيّة بالقلب و التّلبية باللسان، فَضَّل بعضُهم ذِكرَ النّيّة باللّسان أيضاً مع ملاحظة القلب إيّاها، فظَهَرَ من هذا إفسادُ توهّم مَن قال: أنّ الإحرام عبارةٌ عن لُبس إزارٍ و رداءٍ على الوجهِ المسنون المشهور حتى وقعَ بيني و بين رُفقَائِنا الجامعِينَ بين الفضَائِلِ العِلمِيّة و الكَمَالَاتِ العَمَلِيّة الزّائرين للحَرَمَين فی المَرَّة الثّالثة اختلافاتٌ كثيرةٌ فيه بحيثُ اصرُّوا على أنّ الإحرام عبارةٌ عن اللُّبس المخصوص، فقلتُ لهم: فعلى ما ذكرتُم يلزمُ بطلانُ حجِّ مَن لم يَلبَسِ الثّوبَين المَذكُورَين، فبعضُهم التزَمَ ذالك (٤)

و بعضُهم بهُتَ و تَحيَّرَ ثمَّ ابْدَتُ رأيی بقَولِ الأكملِ فی أثناءِ بابِ الاعتكافِ كما قُلنا فی الإحرام (٥)

یعنی، احرام دل سے نیّت اور زبان سے تلبیہ کہنے کے مجموعے سے عبارت ہے اور بعض علماء کرام نے زبان کے ساتھ نیّت کرنے کو بھی افضل کہا ہے جب کہ دل کا ملاحظہ اِس نیت کے ساتھ ہو، پس اِس سے اُس وہم کا فساد ظاہر ہوا کہ جس نے یہ کہا کہ احرام اُس مسنون طریقے پر اِزار اور چادر پہن لینے سے عبارت ہے جو لوگوں میں معروف ہے۔ یہاں تک کہ میرے اور میرے بعض ایسے زائرینِ حرمین طیبین رُفقاء کے مابین جو فضائلِ علمیہ اور کمالاتِ عملیہ کے صاحب ہیں (حرمین شریفین کے) تیسرے سفر میں کثیر اختلافات واقع ہوئے، اِس طرح کہ انہوں اِس پر اصرار کیا کہ احرام مخصوص پہناوے سے عبارت ہے تو میں نے اُن

٤۔ أی: البطلانِ بأن قال: نعم یلزم بطلانُه (حاشیة ذخیرة العُقبی، ص۴۹۲)

٥۔ ذخیرةُ العُقبیٰ، کتاب الحجّ، تحت قوله: و فرضه الإحرام، ص۴۹۱، ۴۹۲

سے کہا کہ جو تم کہتے ہو اِس بنا پر تو اُس شخص کے حج کا باطل ہونا لازم آتا ہے کہ جس نے مذکورہ دو کپڑے نہ پہنے ہوں تو اُن میں سے بعض نے تو اِس کا التزام کرلیا(٦) اور بعض تو لاجواب ہوئے اور حیرت میں پڑ گئے، پھر میں نے اکمل (الدین بابرتی) کے باب الاعتکاف میں قول سے اپنی رائے کو مؤید کیا جیسا کہ ہم نے احرام میں کہا۔ الخ

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۲۳ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۲۹ نوفمبر ۲۰۱۰ م 707-F

بیت اللہ شریف پر پہلی نظر اور دُعا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑنے کے بارے میں مشہور ہے کہ دعا قبول ہوتی ہے اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں اور اگر اصل ہے تو یہ دُعا کھڑے ہو کر مانگنی چاہئے یا بیٹھ کر؟

(السائل: حافظ رضوان ولد غلام حسین)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو دُعا مانگنے کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ

"تُفتح أبوابُ السَّمَاءِ و تُستجَابُ دعوةُ المسلم عندَ رُؤيةِ الكعبة" (۷)

یعنی، کعبہ کی زیارت کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے

٦۔ یعنی بطلان کا التزام کیا اس طرح کہ انہوں نے کہا ہاں حج کا باطل ہونا لازم آئے گا۔ (حاشية ذخيرة العُقبىٰ، كتاب الحجّ، تحت قوله: التزم ذلك، ص۴۹۲)

۷۔ حاشية العلامة ابن حجر على شرح الإيضاح، الباب الثّالث في دخول مكة زادها الله شرفًا و تعظيماً و ما يتعلق به، الفصل: الأول: في آداب دخولها، تحت قوله: أن يرفع يديه......، ص ۲۳٤

ہیں اور مسلمان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

اور حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تُفتَحُ أَبوَابُ السَّمَاءِ، وَ يُستَجَابُ الدُّعَاءُ فِيْ أَربَعَةِ مَوَاطِن: عِندَ الْتِقَاءِ الصُّفُوْفِ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ، وَ عِندَ نُزُوْلِ الغَيثِ، و عِندَ إقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَ عِندَ رُؤْيَةِ البَيتِ" أخرجه الطبراني في "الكبير" (۸) و البيهقي في "السُّنَن" (۹) و "معرفة السُّنَنِ و الآثار" (۱۰)

یعنی، چار جگہوں پر آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دُعا قبول کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں التقاءِ صفوف (یعنی جہاد میں دشمن کی صفوں کے ملنے) کے وقت، نُزولِ بارش کے وقت اقامتِ نماز کے وقت اور بیتُ اللہ شریف کی زیارت کے وقت۔

اور امام ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و يسألُ اللّٰهَ تعالىٰ حَوَائجه عَقِيبَ ذلِك، فإنّها مستجابةٌ لقوله ﷺ: "تُستجابُ دعوةُ المُسلم عندَ رُؤيةِ الكَعبةِ" (۱۱)

یعنی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کرے پس یہ دعا قبول کی جاتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "کعبہ معظّمہ کی زیارت کے وقت مسلمان کی دُعا قبول کی جاتی ہے"۔

اور یہ دُعا کھڑے ہو کر مانگنا چاہئے، چنانچہ امام ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں:

۸۔ المعجم الكبير للطّبراني، ۸/۱۹۹، ۲۰۱

۹۔ السُّنَن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب صلاة الاستسقاء، باب طلب الإجابة عند نُزول الغَيث، برقم: ٦٤٦٠، ۳/۵۰۲

۱۰۔ معرفة السُّنَن و الآثار، كتاب الاستسقاء، باب طلب الإجابة عند نُزول الغَيث، برقم: ۲۰۲٤، ۳/۱۰٦

۱۱۔ المسالك في المناسك، فصل بعد فصل: في الدّخول في المسجد الحرام، ۱/۳۸۳

و السنّةُ أن یکونَ دُعاؤُہ و هو واقفٌ (١٢)

یعنی، سنت ہے کہ اُس کی دعا اِس حال میں ہو کہ وہ کھڑا ہو۔

واللّٰه تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ١٢ رمضان المبارك ١٤٣٣ھ، ١ اغسطس ٢٠١٢م 802-F

احرامِ متعیّن کے بغیر طواف شروع کرنے والا کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص احرام باندھتے وقت احرام کو معیّن کرنا بھول جائے کہ یہ عمرہ کا احرام ہے یا حج کا اور اُس کے دل میں بھی کوئی نیت نہ ہو کہ یہ عمرہ ہے یا حج، پھر جب وہ طواف شروع کرے تو اُسے یاد آ جائے کہ اُس نے کوئی نیت ہی نہیں کی یعنی احرام کو متعیّن نہیں کیا، تو اب کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: حافظ رضوان ولد غلام حسین، کراچی)

باسمه تعالٰی وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُسے چاہئے کہ نئے عمرہ کی نیّت نہ کرے کیونکہ اُس نے جو احرام باندھا وہ عمرہ کا ہی قرار پایا اور اِس مسئلہ کی صراحت تو نظر میں نہیں مگر "لُبـــاب" میں ایک مسئلہ مذکور ہے جس سے ہمارے اِس مسئلہ کا جواب مل جاتا ہے وہ یہ ہے کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و مَن أحْرَمَ لا یَنوی شَیئاً معیَّناً فشَرَعَ فی الطَّوافِ، ثُمَّ أهلَّ بعُمرةٍ رَفضَها لأنّ الأُولیٰ تعیّنتْ عُمرةً (١٣)

یعنی، جس نے احرام باندھا اور کسی شئی معیّن کی نیّت نہ کی، پس طواف

١٢۔ حاشية العلامة ابن حجر علی شرح الإیضاح، الباب الثّالث: فی دخول مکة زادها الله شرفًا و تعظیماً و ما یتعلق به، الفصل الأول: فی آداب دخولها، تحت قوله: أن یرفع یدیه......، ص ٢٣٤

١٣۔ لُباب المناسك، باب الجمع بین النُّسکین المتحدّین، فصل: فی الجمع بین العُمرتَین، ص ٣٢٤

میں شروع ہوا، پھر (دوسرے) عمرہ کی تلبیہ کہی تو اُسے (یعنی دوسرے کو) چھوڑ دے(١٤) کیونکہ پہلا (احرام) عمرہ متعیّن ہو گیا۔

اِس مسئلہ میں جب اُس نے طواف شروع کرنے کے بعد عمرہ کے لئے تلبیہ کہی تو علامہ رحمت اللہ سندھی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ اُسے چھوڑ دے اس لئے کہ پہلا احرام عمرہ کے لئے متعیّن ہو چکا، اگر وہ عمرہ کے لئے تلبیہ نہ کہتا تو اُس کا احرام عمرہ کے لئے متعیّن ہوتا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بھی اُس کا احرام عمرہ کا احرام ہو گا۔

واللّٰه تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٨ شوال المکرّم ١٤٣٣ھ، ٢٧ اغسطس ٢٠١٢م 803-F

نیتِ طواف، تکبیرِ طواف اور استلامِ الحجر الگ الگ ہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ طواف شروع کرتے وقت نیّتِ طواف اور طواف کی ابتداء میں تکبیر کہنا اور استلامِ حجرِ اسود یہ سب الگ الگ ہیں یا ایک ہی چیز ہے، آپ اِس طریقہ کو اِس طرح بیان کریں کہ ہر ایک چیز واضح ہو

١٤۔ اِس میں مصنف نے ذِکر نہیں کیا کہ اُس پر قضا اور دَم لازم آئے گا یا نہیں اور نہ ہی شارح نے اِس پر کلام کیا ہے حالانکہ اُس پر قضاء اور دَم دونوں لازم آئیں گے جیسا کہ مصنف نے دوسرے مسئلے میں لکھا ہے کہ فلو أحرَمَ بعُمرةٍ فطاف لها شوطاً أو کلّه أو لم یطُف شیئًا، ثُمّ أحرَمَ بأُخری قبلَ أن یَسعَی للأُولیٰ رفَضَ الثّانیةَ و دمٌ للرّفضِ و قَضاءُ المرفُوضِ (لُباب المناسك، کتاب الجمع بین النُّسکین المتحدَین، فصل: فی الجمع بین العُمرتَین، ص ٣٢٤) یعنی، پس اگر عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کا طواف ایک چکر کیا یا مکمل کیا یا بالکل نہ کیا پھر دوسرے عمرہ کا احرام پہلے کی سعی سے قبل باندھ لیا تو دوسرے عمرے کو چھوڑ دے اور عمرہ چھوڑنے کا دَم دے اور چھوڑے ہوئے عمرے کی قضاء کرے۔

اِسی طرح "ردّ المحتار" (کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قول التّنویر، من أتی بعمرة إلخ، ٣/٧١٦) میں ہے اور اِس مسئلے میں بھی جب اُس کا دوسرے عمرے کا احرام شمار ہوا تو اُسے اس دوسرے عمرے کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا، اور اُس پر دوسرے عمرہ کو چھوڑنے کی وجہ سے دَم لازم ہوا اور چھوڑے ہوئے عمرے کی قضاء بھی، لہٰذا اُس پر بھی دَم اور قضاء دونوں لازم آئیں گے۔

جائے اور اگر الگ الگ ہیں تو اُن کا الگ الگ ہونا واضح طور پر سمجھ میں آ جائے۔

(السائل: حافظ شاہد بن حاجی احمد، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں نیّت ایک الگ عمل ہے اور تکبیر الگ ہے اور استلام الگ ہے اِس کے لئے ہم طواف شروع کرنے کا طریقہ ذِکر کرتے ہیں جس سے ہر ایک علیحدہ عمل ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

جب طواف کرنے کا ارادہ ہو تو چلتا ہوا حجرِ اسود کے سامنے آ کر اِس طرح کھڑا ہو کہ پورا حجرِ اسود اُس کے دائیں کندھے کی طرف ہو (١٥) اور طواف کی نیّت کرے (١٦)، نیّت صرف دل سے کرے یا دل کی نیّت کے ساتھ ساتھ زبان سے الفاظ بھی ادا کر لے اور لفظ کسی بھی زبان میں کہے اور اگر عربی میں کہے تو افضل ہے مثلاً یوں کہے اَللّٰھُمَّ اُرِیْدُ الطَّوَافَ فَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ وَ یَسِّرْهُ لِیْ (١٧)

پھر اُسی حالت میں اپنی داہنی جانب اتنا ہٹے کہ بالکل حجر اسود کے سامنے آ جائے اور بسم اللہ پڑھے، تکبیر کہے، حمد بیان کرے، درود شریف پڑھے اور دُعا کرے (١٨) یعنی کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ، وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَللّٰهُمَّ إِيْمَاناً بِكَ، وَ تَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ، وَ وَفَاءً بِعَهْدِكَ، وَ اتِّبَاعاً لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ (١٩)

١٥۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٤

١٦۔ اور نیّت فرض ہے۔ (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٤)

١٧۔ یعنی، اے اللہ! میں طواف کا ارادہ کرتا ہوں تو اِسے مجھ سے قبول فرما لے اور اِسے میرے لئے آسان کر دے۔

١٨۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٤

١٩۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٤

مندرجہ بالا سطور میں ذِکر کردہ تکبیر جب کہے تو کندھوں تک یا کانوں تک ہاتھ اُٹھائے (٢٠) اِس طرح کہ اُس کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجرِ اسود جانب ہوں (٢١)، دُعا سے فراغت کے بعد حجرِ اسود کا استلام کرے اور استلام یہ ہے کہ میسر آئے تو اپنے دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر اُن کے درمیان میں اپنا منہ رکھے اور اُسے بلا آواز بوسہ دے (٢٢) اور اگر یہ میسر آ جائے تو مستحب ہے کہ تین بار کرے (٢٣) یعنی، ایک بار منہ رکھ کر بوسہ دے پھر ہٹا لے پھر منہ رکھ کر بوسہ دے، پھر ہٹا لے پھر منہ رکھ کر بوسہ دے، ہاتھ اور چہرہ اِس طرح رکھے جس طرح سجدہ میں رکھے جاتے ہیں (٢٤) ورنہ میسر آئے تو ہاتھ سے حجر اسود کو چھو کر اُسے بوسہ دے (٢٥) اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی چیز سے حجر اسود کو مَس کر کے اُسے بوسہ دے (٢٦) ورنہ یعنی اگر یہ بھی نہ ہو سکے یعنی، بھیڑ یا تکلیف و اذیت کی وجہ سے یا طواف کرنے والا مُحرِم ہے اور حجرِ اسود پر خوشبو لگی ہوئی ہے اِس وجہ سے اُسے حجرِ اسود کو چھونا یا اُسے کسی چیز سے چُھونا مشکل ہو (٢٧) تو حجرِ

٢٠۔ یعنی، جیسا کہ نماز میں اور یہی اصح ہے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشُّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٤)

٢١۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٤

٢٢۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٤

٢٣۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٥

٢٤۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشُّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٥

٢٥۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٤، ١٤٥

٢٦۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٥

٢٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشُّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٤

اسود کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھوں کو حجرِ اسود کی طرف بلند کر کے بسم اللہ، تکبیر، تہلیل، درود اور دعا پڑھتے ہوئے اِس طرح اشارہ کرے گویا کہ وہ اپنے ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ رہا ہے (۲۹) اور اِشارے کے بعد اُنہیں چُوم لے (۳۰) اور اپنی دائیں طرف کو اِس طرح چلنا شروع کرے کہ اُس کا بایاں کندھا بیت اللہ شریف کی طرف اور دایاں کندھا باہر کی جانب ہو اور اِسی طرح سات چکر پورے کرے۔ (۳۱)

یاد رہے کہ جب بھی حجرِ اسود سے گزرے تو اُس کا اُسی طرح استلام کرے جس طرح اُوپر ذِکر کیا گیا ہے اور جب ختم کرے تو بھی استلام کرے (۳۲) اور ابتداء میں اور آخر میں اور ہر بار گزرتے وقت استلام مسنون ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "طَافَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی بَعِیْرٍ کُلَّمَا أَتَی الرُّکْنَ أَشَارَ إِلَیْهِ (۳۳) یعنی، نبی کریم ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف فرمایا جب جب رُکن اسود پر تشریف لاتے اُسی کی طرف اشارہ فرماتے (۳٤) (یعنی استلام فرماتے)

اَب مندرجہ بالا سطور میں ذِکر کردہ ابتداءِ طواف کے طریقے سے صاف ظاہر ہے کہ نیّت الگ ہے اور نیّت کے بعد رفعِ یدین کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے طواف میں داخل ہونا الگ

۲۹۔ اِس سے معلوم ہوا کہ وہ اس صورت میں اپنے ہاتھ حجر اسود کی اونچائی کی مقدار بلند کرے گا کیونکہ یہ حجر اسود کے ہاتھ سے چُھونے کے قائم مقام ہے۔

۳۰۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٥

۳۱۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٧

۳۲۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٦

۳۳۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملا علی القاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص١٤٦

۳٤۔ صحیح البخاری، كتاب المناسك، باب من أشار إلی الرّكن إذا أتی علیه، برقم: ١٦١٣، ١/٣٩٨

عمل ہے اور اُس کے بعد استلام الگ ہے۔

اور پھر طواف شروع کرنے کے لئے تکبیر کہتے ہوئے رفعِ یدین اور استلام میں بوسہ، لمس وغیرہا پر قُدرت نہ پانے کی صورت میں اشارہ کرتے ہوئے ہاتھ اُٹھانے میں فرق ہے وہاں ہاتھ اُٹھانا تکبیر کے لئے تھا اور یہاں اِشارہ کرنے کے لئے، وہاں نماز کی طرح مرد کانوں تک اور عورت کندھوں تک ہاتھ اٹھائے گی اور استلام میں اشارہ کے لئے حجرِ اسود کی اُونچائی کے برابر ہاتھ اُٹھاتے ہیں جس میں مرد و عورت دونوں کا حکم یکساں ہے کیونکہ یہ ہاتھ اُٹھانا اشارے کے لئے ہے جو چُھونے کے قائم مقام ہے۔

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم السّبت، ۲۱ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ۲۷ نوفمبر ۲۰۱۰م 699-F

داہنی جانب سے ابتداء طواف کی حکمت

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ بیت اللہ شریف کا طواف داہنی جانب سے شروع کرنے کا حکم ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

(السائل: محمد دانش، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں حکم یہ ہے کہ طواف کرنے والا بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو تو جس طرف اُس کا دایاں ہاتھ پڑتا ہے اُس طرف کو چلے یا یوں سمجھئے کہ اِس طرح چلے کہ اُس کا بایاں کندھا بیتُ اللہ شریف کی طرف ہو اور دایاں کندھا بالائی جانب۔

اور اِس طرح چلنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کے بارے میں علامہ زین الدّین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (۳۵) لکھتے ہیں، اُن سے قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ (۳۶) نقل کرتے ہیں:

۳۵۔ البحر الرّائق، باب الإحرام، تحت قوله: وطف مضطبعاً وراء الحطیم إلخ، ٢/٥٧٤

۳۶۔ إرشاد السّاری إلی مناسك المُلّا علی القاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، تحت قوله: أخذ یمین نفسه، ص١٤٧

و الحكمةُ فيه: أنَّ الطّائِفَ بالبيتِ مُؤتمٌّ به، و الوحدُ مع الإمامُ يكون الإمامُ عن يَسارِهِ، و قيلَ: لأنَّ القَلبَ في الجانبِ الأَيسرِ، و قيلَ: ليكونَ البابُ في أوّلِ طوافه لقوله تعالى: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (۳۷)

یعنی، طواف میں بیتُ اللہ شریف کو اپنی بائیں جانب کرنے میں حکمت یہ ہے کہ بیتُ اللہ شریف کا طواف کرنے والا، اُس کی اقتداء کرنے والا ہے، ایک مقتدی امام کے ساتھ ہو تو امام مقتدی کی بائیں جانب ہوتا ہے، اور کہا گیا (بیت اللہ شریف کو اپنی بائیں جانب کرنے میں حکمت یہ ہے) کہ دل بائیں جانب ہے، اور کہا گیا (بیتُ اللہ شریف کو اپنی بائیں جانب کرنے میں حکمت یہ ہے) کہ ہو جائے (بیتُ اللہ شریف کا) دروازہ اُس کے طواف کی ابتداء میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (۳۸)

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٢٠ ذوالحجة ١٤٣١هـ، ٢٦ نوفمبر ٢٠١٠م 698-F

سفید رطوبت آنے کی صورت میں طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عورت کو سفید پانی آیا جو رطوبت کی صورت میں تھا جس میں ذرا برابر سرخی وغیرہ نہ تھی اور اُس نے اِسی حال میں نماز پڑھی اور طواف کر لیا تو اِس صورت میں اُس کی نماز اور اُس کے طواف کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

(السائل: دانش، الفتانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

۳۷۔ البقرة: ۱۸۹/۲

۳۸۔ البقرة: ۱۸۹/۲، ترجمہ: اور گھر والوں میں دروازوں سے آؤ۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس کی نماز اور طواف دونوں درست ہو گئے جب کہ اُس رطوبت کے ساتھ مذی ملی ہوئی نہ ہو اور اُس پر کچھ لازم نہ آیا کیونکہ "عورت کے آگے سے جو خالص رطوبت بے آمیزش خون نکلتی ہے ناقض وضو نہیں، اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا پاک ہے۔(۳۹)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

رطوبةُ الفَرجِ طَاهرةٌ (۴۰)

یعنی، شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔

علامہ ابو جعفر احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۳۲۱ھ "درمختار" کی عبارت "رُطوبة الفَرجِ طاهرةٌ" کے تحت لکھتے ہیں:

كسائر رطوباتِ البدنِ غيرُ النّاقضةِ كَالدّمعِ و المُخاطِ، و البزاقِ، و العرقِ، و وسخِ الأذن (۴۱)

یعنی، شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے تمام رطوباتِ بدن کی طرح غیر ناقضہ ہے جیسے آنسو، ناک کا پانی، تھوک، پسینہ، اور کان کی میل۔

علامہ حصکفی دوسری جگہ لکھتے ہیں:

أن رُطوبَةَ الفرجِ طاهرةٌ عنده (۴۲)

یعنی، بے شک امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔

اِسی طرح علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "فتاویٰ تاتارخانیہ"

۳۹۔ بہارِ شریعت، وضو کا بیان، وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان، ۲۶/۲، مکتبة المدينه، كراتشي

۴۰۔ الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، فصل: الاستنجاء، تحت قول التّنوير: أو يغتسل فيه، ص ۵۰

۴۱۔ حاشية الطّحطاوي على الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، فصل: الإستنجاء، فروع، تحت قول التّنوير: أو تغتسل فيه، ۱۶۸/۱

۴۲۔ الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، تحت قوله: وطء بهيمة إلخ، ص ۲۸

(٤٣) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلا يتنجّسُ بها الثّوبُ، و لا الماءُ إذا وقعتْ فيه (نقلاً عن "الملتقط" (٤٤) كما فی "التّاترخانيّة") لكنْ يكرهُ التّوضی به للاختلاف (نقلاً عن "الحجة" كما فی "التّاترخانيّة") ......

قلتُ: و هذا إذا لم يكن معه دمٌ، و لم يُخالِط رَطوبةَ الفَرجِ مَذیٌ أو مَنیٌّ مِنَ الرَّجُلِ أو المَرأة (٤٥)

یعنی، پس اُس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا اور نہ پانی جب اُس میں گر جائے، لیکن اُس میں اختلاف کی وجہ سے اُس پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے، ...... میں کہتا ہوں یہ حکم اُس وقت ہے جب اُس کے ساتھ خون نہ ہو اور شرمگاہ کی رطوبت کے ساتھ مرد یا عورت کی مذی یا منی نہ ملی ہو۔

اور دوسرے مقام پر علامہ طحطاوی (٤٦) اور علامہ شامی (٤٧) حلبی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

و أمّا رطوبةُ الفرجِ الخارجِ طاهرةٌ اتفاقاً

یعنی، مگر خارجی شرمگاہ کی رطوبت تو وہ بالاتفاق پاک ہے۔

٤٣۔ الفتاوی التّاتارخانية، كتاب الطّهارة، الفصل السّابع: فی معرفة النّجاسات و أحكامها، ١/٢٢٦، (١/٣٠٠) بتصرّفٍ

٤٤۔ كتاب الطّهارات، ص٨

٤٥۔ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، فصل: الاستنجاء، مطلب: فی الفرق بين الاستِبراء و الاستِنقَاء إلخ، تحت قوله: رُطوبةُ الفَرجِ، طاهرةٌ، ١/٦٢١

٤٦۔ حاشية الطحطاوی على الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، تحت قول التّنوير: إن ظَهُرَ رأس حشفةٍ، و تحت قول الدّر: برطوبة الفرج، ١/١٥٨

٤٧۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، تحت قول التّنوير: إن ظهُرَ رأس حشفةٍ و تحت قول الدّر، برطوبة الفرج، ١/٥٦٦ و قال: و فی "منهاج الإمام النّووی" رُطوبة الفرج ليست بنجسة فی الأصحّ

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ١٣٤٠ھ لکھتے ہیں:

و به يَظهُرُ حكمُ ما إذا خَرجتْ مِن فَرجِ الْمرأةِ الخارج، أو إليه رطوبةُ فرجِهَا الدّاخلِ، فإنّها طاهرةٌ عند الإمام رضی الله عنه فلا ينقضُ وضوئها و إن سالت (٤٨)

یعنی، اِس سے عورت کی ظاہر شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبت (کے پاک ہونے) کا حکم ظاہر ہوا اور اسی طرف ہے اندرونی شرمگاہ کی رطوبت کا حکم، بے شک وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک پاک ہے، پس اُس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اگرچہ بہہ جائے۔

اور اگر سفید رطوبت کے ساتھ مذی بھی تھی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اِس طرح نماز اور طواف دونوں بے وضو قرار پائیں گے اور نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی اور طواف کا اِعادہ کرنا ہوگا۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ١٨ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ٢٤ نوفمبر ٢٠١٠م F-694

فاسد تاویل سے ممنوعاتِ اِحرام کے مُرتکب میں مذاہب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ آپ کے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص عمرہ حلق یا تقصیر کے بغیر احرام کھول دے اور ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دے اور اُس کا گمان یہ ہو کہ وہ احرام سے باہر ہو گیا ہے تو اُس پر حلق یا تقصیر اور جملہ ممنوعات کے ارتکاب پر صرف ایک دَم لازم ہوگا اور اگر وہ جانتا ہے کہ اِس طرح وہ احرام سے نہ نکلے گا یا اُسے اِس مسئلہ میں شک ہو تو جتنے جُرم اتنی ہی جزائیں لازم ہوں گی، اور اِس میں آپ نے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کی کتاب "حیاتُ القُلوب فی زیارتِ المحبوب" کا حوالہ پیش فرمایا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اِسے مخدوم علیہ الرحمہ کے علاوہ کسی اور

٤٨۔ جدّ المُمتار على رد المحتار، كتاب الطّهارة، مطلب: نواقض الوضوء، ١/١٨٩

نے بھی ذِکر کیا ہے یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے اِس باب میں جو لکھا ہے وہ یہ ہے کہ:

پس چنیں خارج نگردد بہ نیّتِ رفض واحلال وواجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را متعدّد نشود بروے جزاء، بہ تعدّد جنایات چون نیّت کردہ است رفضِ احرام را زیرانکہ اُو ارتکاب نمودہ است محظورات را بتاویل اگر چہ فاسد است، معتبر باشد در رفعِ ضمانات دنیویہ، پس گویا کہ موجود شدند این ہمہ محظورات از جہۃ واحدہ بسببے واحد، پس متعدد نگردد جزاء بروے این مذہب ماست، ونزد امام شافعی لازم آید بروے برائے ہر محظورے جزاء علیحدہ (۴۹)

یعنی، اور اِس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیّت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا اور اُس شخص پر تمام ممنوعات کے ارتکاب کا ایک ہی دم واجب ہوگا چاہے تمام ممنوعات کا مُرتکب ہوا ہو اور جب اُس نے احرام توڑنے کی نیت کرلی تو متعدّد جنایات پر متعدّد جزائیں اِس لئے واجب نہ ہوں گی کہ اُن ممنوعات کا ارتکاب اُس نے تاویل سے کیا ہے، اور وہ تاویل گو کہ فاسد ہے مگر وہ دنیوی ضمانتوں کے اٹھ جانے کے بارے میں معتبر ہوگی، پس گویا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئے اِس لئے جزائیں بھی اُس پر متعدّد واجب نہ ہوں گی یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی کے

۴۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دھم دربیان کیفیت خروج از احرام، تنبیہ حسن، ص۱۰۳ (ص۶۱، ۶۲، مطبع فتح الکریم مبنیٰ)

نزدیک ہر ممنوع پر جزاء علیحدہ ہوگی۔

یہ مسئلہ صرف مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمہ نے ہی ذکر نہیں کیا بلکہ اِسے متعدد فقہاء کرام نے ذکر کیا ہے چنانچہ امام سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و كذلك بنيةِ الرّفضِ و ارتكابِ المحظورات فهو محرمٌ على حاله إلّا أنّ عليه بجميع ما صنَعَ دمٌ واحدٌ، لما بيّنا أنّ ارتكابَ المحظورات استندَ إلى قصدٍ واحدٍ و هو تعجيلُ الإحلالِ، فيكفيه دمٌ واحدٌ (٥٠)

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ نے "اللباب" (٥١) میں اور اُن کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے "رَدُّ المحتار" (٥٢)، اور "منحة الخالق" (٥٣) میں ذِکر کیا ہے چنانچہ "اللباب" کی عبارت یہ ہے:

اعلم أنّه إذا نَوَى رَفضَ الإحرام فجعَلَ يَصنَعُ ما يَصنعُه الحلالُ مِن لُبسِ الثِّيابِ و التّطيُّبِ و الحَلقِ و الجِمَاعِ و قَتلِ الصَّيدِ، فإنّه لا يخرُجُ بذلك مِن الإحرام، و عليه أنْ يعودَ كما كان مُحرِماً، و يَجبُ دمٌ واحدٌ لجميعِ ما ارتكبَ، و لو كلَّ المحظورات، و إنّما يتعدّدُ الجَزاءُ بتعدُّدِ الجنايات إذا لم يَنوِ الرَّفضَ، ثُمَّ نيّةُ الرَّفضِ إنّما تُعتبرُ مِمَّن زعَمَ أنّه يخرُجُ منه بهذا القصدِ لجهلِهِ مسألةَ عدمِ الخُروجِ

٥٠۔ المبسوط للسّرخسي، كتاب المناسك، باب الجماع، ٢/٤/١٠٠

٥١۔ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل: في إرتكاب المحرم المحظور، ص ٤٥٠

٥٢۔ رَدُّ المُحتار على الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قول التّنوير: حتى يطوف، تحت قول الدّر: إلّا يقصد الرّفض، ٣/٦٦٥

٥٣۔ منحة الخالق على البحر الرّائق، باب الجنايات، فصل: و لا شيئ إذا نظر إلخ، تحت قوله الكنز: أو أفسد حجّه، و تحت قول البحر: لهذا نصّ إلخ، ٢٧/٣

یعنی، جان لیجئے کہ مُحرِم نے جب احرام توڑنے کی نیّت کر لی اور وہ اُن کاموں میں شروع ہو گیا جو غیر مُحرِم کرتا ہے جیسے سِلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، حلق کروانا، جماع کرنا اور شکار کو مارنا تو وہ اِس (نیّت) سے احرام سے نہیں نکلے گا اور اُس پر لازم ہے وہ لوٹ آئے جیسا کہ مُحرِم تھا (یعنی احرام کی پابندیاں شروع کر دے) اور اُس نے جن (ممنوعاتِ احرام) کا ارتکاب کیا سب کا ایک دَم لازم ہے اگرچہ ہر ممنوع (کا مرتکب ہوا) ہو، جنایات کے تعدُّد سے جزاء متعدّد صرف تب ہو گی جب اُس نے احرام توڑنے کی نیّت نہ کی، پھر احرام توڑنے کی نیّت صرف اُس سے معتبر ہے جو عدمِ خُروج کے مسئلہ سے لاعلمی کی وجہ سے یہ گمان رکھتا ہو کہ وہ اِس نیّت سے احرام سے نکل گیا۔

اور اِس کی تائید شکار کے باب میں ذکر کردہ اِس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے جب مُحرِم نے احرام توڑنے کی نیّت سے متعدّد شکار کئے تو اُس پر صرف ایک دَم لازم ہو گا چنانچہ امام حاکم شہید محمد بن محمد مروزی حنفی متوفی ۳۴۴ھ (۵۴)، فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۳ھ (۵۵)، شمس الأئمہ محمد بن احمد بن سہل سرخسی حنفی (۵٦)، علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود

۵۴۔ الکافی للحاکم الشّھید (فی ضمن کتاب الأصل)، کتاب المناسك، باب جزاء الصید، ۲/۳۸۱، و فیہ: محرمٌ أصابَ صَیداً کثیرًا علی وجہ الإحلال و الرَّفض لإحرامہ، قال: علیہ لذلك کُلِّہ دمٌ واحدٌ، یعنی، مُحرِم نے علیٰ وجہِ الا حلال اور احرام کو چھوڑنے کے لئے بہت سے شکار کئے، فرمایا، اُس پر تمام کے لئے ایک دَم لازم ہے۔

۵۵۔ مختلف الرّوایۃ، کتاب المناسك، باب قول الشّافعی علی خلاف أصحابنا، برقم: ۲،٦٤٧/۷۹۵، و فیہ: قال الشّافعی: مُحرمٌ أصاب صیوداً کثیرً علی وجہِ الإحلالِ، و رَفضِ الإحرام متأوِّلاً، لا یُعتبَرُ تأویلُہ، و یلزَمُہ بکلِّ مَحظورٍ کفّارۃٌ علی حدۃ، و عندنا لا یلزَمہ إلا جزاءٌ واحدٌ، یعنی، امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مُحرِم نے علیٰ وجہِ الاحلال اور احرام کو چھوڑنے کے لئے تاویل کرتے ہوئے بہت سے شکار کئے تو اُس کی تاویل معتبر نہیں اور اُس پر ہر محظور کے بدلے علیحدہ کفارہ لازم ہے، اور ہمارے نزدیک اُس پر صرف ایک جزاء لازم ہے۔

۵٦۔ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب جزاء الصّید، ۲/٤/۹۲، و فیہ: محرمٌ

کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ (۵۷)، امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ (۵۸)، امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸٦۱ھ (۵۹) اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (٦۰) لکھتے ہیں:

و لو أصابَ المحرمُ صیوداً کثیرۃً یَنوی بذلك رَفضَ الإحرام متأوِّلاً فعلیہ جزاءٌ واحدٌ۔ و اللّفظُ للقاری

یعنی، مُحرِم نے اگر بہت سے شکار کئے اُس سے وہ تاویل کرتے ہوئے احرام توڑنے کی نیّت کرتا ہے تو اُس پر ایک جزاء لازم ہے۔

اور اِس کی تائید جماع کے باب میں ذکر کردہ اِس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب مُحرِم

أصابَ صیداً کثیرً علی قصدِ الإحلالِ و الرَّفضِ لإحرامہ، فعلیہ لذلك کُلِّہ دمٌ عندنا، یعنی، مُحرِم نے علیٰ وجہِ الا حلال اور احرام کو چھوڑنے کے لئے بہت سے شکار کئے تو اُس پر تمام کے لئے ایک دَم لازم ہے۔

۵۷۔ بدائعُ الصَّنائع، کتاب الحجّ، فصل: فی بیان حکم ما یحرم علی الحرم اصطیادہ، ۳/۲۳۹، و فیہ: ھذا إذا لم یکُن أن یَلزَمہُ لکلِّ واحدٍ منھا دمٌ، لأنّ الموجودَ لیس إلاّ نیۃ الرَّفض، و نیّۃ الرّفض لا یتعلق بہ حکم، لأنہ لایصیرُ حلالاً بذلك، فکان وجودُھا و العدمُ بمنزلۃٍ واحدۃٍ، إلاّ أنّھم استحسنُوا، و قالوا: لا یجبُ إلاّ جزاءٌ واحدٌ، لأنّ الکُلَّ وقَعَ علی وجہٍ واحدٍ، فأشبہَ الإیلاجات فی الجِماع، یعنی، یہ اُس وقت ہے جب اُسے ہر ایک کا ایک دَم لازم نہ ہو، کیونکہ موجود تو احرام چھوڑنے کی نیت ہے اور احرام چھوڑنے کی نیت کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا کیونکہ اس سے وہ احرام سے باہر نہ آئے گا لہٰذا اِس نیت کا وجود اور عدم ایک ہی مرتبے میں ہے مگر یہ کہ فقہاء کرام نے استحسان کیا اور فرمایا کہ (اِس صورت میں) صرف ایک جزاء لازم ہو گی، کیونکہ تمام ایک وجہ پر واقع ہوا ہے تو یہ جماع میں دُخولوں کے مشابہ ہو گیا (کیونکہ ایک جماع میں دخول و خُروج متعدد بار پایا جائے تو جزاء ایک ہی لازم آتی ہے)

۵۸۔ المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل: فی معرفۃ ما یجبُ بقتل الصّید و ما یجبُ من الجزاء، ۳/٦۹

۵۹۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، باب الجنایات، فصل: اعلم أن صیدَ البرِّ، ٤/۳۷

٦۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی إرتکاب المحرم المحظور، ص ٤۵۰

نے اکثر طوافِ زیارت ترک کر دیا اور جہالت کی بنا پر سمجھ لیا کہ اب مجھ پر کوئی پابندی باقی نہیں اور اپنی بیوی سے متعدّد بار جماع کرلے تو وہ عورتوں کے حق میں مُحرِم ہی رہے اور اُس پر ایک جزاء لازم آئے گی چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و كذا إذا رجَعَ إلى أهلِه و قد ترَكَ منه أربعةَ أشواطٍ يعودُ بذلك الإحرام، و هو مُحرمٌ أبداً في حقِ النّساءِ كُلّما جامَعَ لَزِمَه دَمٌ إذا تعدّدتِ المجالسُ إلّا أن يقصدَ رَفض الإحرام بالجِمَاع الثّاني (٦١)

یعنی، اِسی طرح جب اپنے اہل کو لوٹا اور اُس نے طوافِ (زیارت) کے چار چکر چھوڑے تھے تو اُسی احرام کے ساتھ لوٹے گا اور وہ عورتوں کے حق میں ہمیشہ مُحرم ہے جب جب جماع کرے گا اُسے دَم لازم ہوگا جب کہ مجالس متعدّد ہوں مگر یہ کہ اُس نے جماع ثانی سے احرام توڑنے کی نیّت کی ہو۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ امام سرخسی کی "مبسوط" (٦٢) میں مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فكذا لو تعدَّدَ جماع بعد الأول لقصد الرّفضِ فيه دمٌ واحدٌ (٦٣)

یعنی، پس اِسی طرح اگر پہلے جماع کے بعد جماع متعدّد بار ہو تو اُس میں احرام کو چھوڑنے کے قصد کی وجہ سے ایک دَم ہوگا۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

لـمّا كانتِ المحظوراتُ مُستندةً إلى قصدٍ واحدٍ و هو تعجيلُ

٦١۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم إلخ، تحت قوله: و لم يطف طواف الزّيارة أصلاً، ٤٦٣/٢

٦٢۔ "مسبوط سرخسی" کی عبارت فتویٰ کی ابتداء میں گزر چکی۔

٦٣۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: فسد حجّه و عليه شاة، ٤٥٤/٢

الإحلال كانتْ متّحدةً فكفَاهُ دمٌ واحدٌ، و لهذا نصَّ في "ظاهر الرّواية": أنّ المحرمَ إذا جامَعَ النِّساءَ و رفَضَ إحرامَه و أقامَ يَصنَعُ ما يَصنَعهُ الحَلالُ من الجماعِ و الطِّيبِ و قَتْلِ الصَّيدِ عليه أن يَعُودَ كما كان حَرَامًا و يلزَمهُ دمٌ واحدٌ كما ذَكَرهُ في "المبسوط" (٦٤)

یعنی، جب محظورات ایک قصد کی طرف مستندہ ہیں اور وہ (قصد) اِحلال میں جلدی کرنا ہے تو وہ (محظورات) متحدہ ہیں لہٰذا اُسے ایک دَم کافی ہے اور اِسی وجہ سے "ظاہر الروایہ" میں تصریح فرمائی ہے کہ مُحرِم نے جب عورتوں سے جماع کرلیا اور اپنا اِحرام چھوڑ دیا اور وہ کام کرنے لگا جو بغیر احرام والا کرتا ہے جیسے جماع کرنا (یعنی ہمبستری کرنا) خوشبو لگانا اور شکار کرنا تو اُس پر لازم ہے کہ لوٹ آئے جیسا کہ احرام تھا اور اُسے ایک دَم لازم ہے جیسا کہ اِسے "مبسوط" (٦٥) میں ذِکر کیا ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ "فتح القدير" (٦٦) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فكلّها جامَعَ لزِمه دمٌ إذا تعدّد المجلسُ، إلّا أن يَقصُدَ الرَّفضَ (٦٧)

یعنی، پس جب جب جماع کرے گا اُسے دَم لازم ہوگا جب کہ مجلس متعدّد ہو مگر یہ کہ اُس نے احرام توڑنے کا قصد کرلیا ہو۔(٦٨)

اِس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

٦٤۔ البحر الرّائق شرح كنز الدّقائق، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و لا شيءَ إن نظر إلخ، تحت قوله: أو أفسد حجّه بجماعٍ إلخ، ٢٧/٤

٦٥۔ "مسبوط سرخسی" کی عبارت فتویٰ کی ابتداء میں گزر چکی۔

٦٦۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: فسد حجّه إلخ، ٤٥٤/٢

٦٧۔ الدُّرُّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: حتى يطوف، ص١٦٧

٦٨۔ یعنی، جب اُس نے ہمبستری سے احرام چھوڑنے کا قصد کرلیا تو جب جب ہمبستری کرے گا اُسے علیحدہ دَم لازم نہ ہوگا اگرچہ مجالس متعدّدہ کیوں نہ ہوں بلکہ ایک ہی دَم کفایت کرے گا۔

أی: فلا یلزَمُه شیٌٔ و إن تعدَّدَ المجلسُ، مع أنَّ نیّةَ الرَّفضِ باطلةٌ، لأنّه لا یَخرجُ عَنهُ إلّا بالأعمَالِ، لکن لمّا کانتِ المَحظوراتُ مُستَنِدَةً إلی قصدٍ واحدٍ و هو تعجیلُ الإحلالِ کانت مُتّحدةً فکفَاهُ دمٌ واحدٌ۔ "بحر" (٦٩)

یعنی، پس اُسے دوسرے جماع سے کچھ لازم نہ ہوگا اگرچہ مجلس متعدّد ہو باوجودیکہ احرام توڑنے کی نیّت باطل ہے کیونکہ وہ احرام سے نہ نکلے گا مگر اعمال (کی ادائیگی) سے، لیکن جب ممنوعات ایک قصد کی طرف مستند ہیں اور وہ (قصد) احرام سے فارغ ہونے کی جلدی ہے تو (جنایات) متحدہ ہوگئیں پس اُسے ایک دَم کافی ہے۔ "بحر الرائق" (٧٠)

اوردوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

أنّه و إن أخطأَ فی تأویلِه یرتفعُ عنه الضّمان (٧١)

اور مُلاّ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و عندنا أنّه أسنَد ارتکابَ المحظوراتِ إلی قصدٍ واحدٍ، و هو تعجیلُ الإحلالِ، فیَکفِیه لذلك دمٌ واحدٌ، و سواءٌ نَوَی الرَّفضَ قبلَ الوقوفِ أو بعدَه، إلّا أنَّ إحرامَه یَفسُدُ بالجِمَاعِ قبلَ الوُقوفِ، و مع هذا یَجبُ علیه أن یُعودَ کما کان حراماً، لأنّه بالإفسادِ لم یَصِرْ خَارجاً منه قبلَ الأعمَالِ، و فکذا بنیّةِ الرَّفضِ و الإحلالِ و اللّٰه أعلم بالأحوال (٧٢)

٦٩۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المُختَار، باب الجنایات، تحت قوله: إلّا أن یقصدَ الرّفضَ، ٣/٦٦٥

٧٠۔ البحر الرّائق، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: أو أفسد حجّه بجماع إلخ، ٣/٢٧

٧١۔ منحة الخالق علی البحر الرّائق، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول الکنز: أو أفسد حجّه بجماع إلخ و تحت قول البحر: لکن لمّا کانت إلخ، ٣/٢٧

٧٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی ارتکاب المُحرم المحظور، تحت قوله: و یجبُ دمٌ واحدٌ إلخ، ص ٤٥٠

یعنی، ہمارے نزدیک اُس نے ارتکابِ ممنوعات کو ایک قصد کی طرف منسوب کیا اور وہ قصد جلد احرام سے نکلنا ہے پس اُسے اُس کے لئے ایک دَم کافی ہوگا، چاہے احرام توڑنے کی نیّت وُقوفِ عرفات سے قبل کی ہو یا وُقوف کے بعد، مگر (دونوں میں فرق یہ ہے کہ) وُقوف سے قبل جماع سے احرام فاسد ہو جائے گا، اِس کے باوجود (کہ اُس کا احرام فاسد ہوگیا) اُس پر واجب ہوگا کہ لوٹ آئے جیسا کہ احرام میں تھا کیونکہ (حج کو) فاسد کرنے سے (حج کے بقیہ) اعمال (کی ادائیگی) سے قبل وہ احرام سے خارج نہ ہوا، اِس طرح احرام توڑنے اور اُس سے باہر نکلنے کی نیّت سے (وہ احرام سے باہر نہ ہوگا) اور اللہ تعالیٰ احوال کو بہتر جاننے والا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے لکھا ہے کہ ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب اُس نے تاویل سے کیا ہے اور اُس کی تاویل گو کہ فاسد ہے دینی ضمانتوں سے اُٹھ جانے میں معتبر ہے (٧٣)، اِس بارے میں علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی (٧٤) اور اُن کے حوالے سے مُلاّ علی قاری حنفی (٧٥) نقل کرتے ہیں:

لنا: أنَّ التّأویلَ الفَاسدَ مُعتبرٌ فی دَفعِ الضّمانَات الدُّنیاویّة، کالباغی إذا أتلَفَ مالَ العادلِ و أراقَ دمَه لا یضَمَنُ لِمَا ذَکرنَا، و إذا ثبَتَ هذا فصَار کأنّه وُجِدَ مِن جهةٍ واحدةٍ بسببٍ واحدٍ فلا یتعدَّدُ به فصارَ کالوَطءِ الواحد۔ و اللّفظ للکرمانی

٧٣۔ جیسا کہ اسی فتویٰ کے شروع میں مذکور ہے۔

٧٤۔ المسالك فی المناسك، فصل بعد فصلٍ: فی معرفة ما یجبُ بقتل الصّید و ما یجبُ الجزاء، ٢/٨٢١

٧٥۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی ارتکاب المحرم المحظور، تحت قوله: أمّا مَن عَلِمَ إلخ، ص ٤٥٠، ٤٥١

یعنی، ہماری دلیل یہ ہے کہ تاویل فاسد دنیوی ضمانات کے دفع کرنے میں معتبر ہے جیسے باغی جب عادل کا مال تلف کر دے اور اُس کا خون بہا دے تو ضامن نہ ہوگا اِس واسطے جو ہم نے ذِکر کیا، پس جب یہ ثابت ہو گیا، تو ہو گیا گویا کہ وہ ایک جہت سے ایک سبب کے باعث پایا گیا لہٰذا اِس سے (جزاء) متعدّد نہ ہوگی پس وہ ایک ہمبستری کی مثل ہو گیا۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و التّأویلُ الفاسدُ معتبرٌ فی رَفعِ الضَّمانِ کالبَاغی إذا أتلَفَ مالَ العَادلِ فإنه لا یَضمَنُ لأنّه أتلَفَ عن تأویلٍ کذا فی "الکافی" (٧٦)

یعنی، فاسد تاویل رفعِ ضمان میں معتبر ہے جیسے باغی جب عادل کا مال تلف کر دے تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اُس نے تاویل سے تلف کیا ہے جیسا کہ "کافی" میں ہے۔

لہٰذا یہ مسئلہ صرف مخدوم علیہ الرحمہ نے ہی بیان نہیں کیا بلکہ دوسرے فقہاء کرام نے بھی ذِکر کیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے، اور اِس مسئلہ میں قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ ہر جنایت پر علیحدہ دَم لازم آئے ہمارے نزدیک ایک دَم کا حکم استحساناً ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی: استحسَاناً عندنا (٧٧)

یعنی، یہ حکم ہمارے نزدیک استحساناً ہے۔

اور اِس مسئلہ میں امام مالک کا مذہب احناف کے مذہب کے موافق ہے البتہ شکار کے معاملے میں امام مالک کا مذہب احناف کے مذہب سے الگ ہے چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

٧٦۔ غُنیة ذَوِی الأحکام فی بُغیة دُرر الحُکّام، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول الغُرَر: و وَطوُہُ و لو نَاسیاً، ١/١/٢٤٦

٧٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی إرتکاب المحرم المحظورات، تحت قوله: أمّا مَن عَلِمَ إلخ، ص ٤٥٠

و بِهِ قال مالكٌ إلّا فی الصَّیدِ فإنّه لا یَتداخلُ عنه (٧٨)

یعنی، یہی امام مالک نے فرمایا مگر شکار میں، پس (متعدّد شکار کی صورت میں جنایتیں) متداخل نہ ہوں گی۔

اور اِس مسئلہ میں امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جتنی جنایتیں اُتنے ہی کفارے لازم ہوں گے چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

و قال الشّافعی رحمه الله: لا یُعتبَرُ تَأویلُه، و یَلزَمُهُ لکُلِّ مَحظورٍ و کلِّ صیدٍ کفّارةٌ علی حدة، لأنّ الإحرامَ لا یَرتفعُ بالتّأویلِ الفَاسدِ، فوُجودُہ و عدمُهُ بمنزلةٍ واحدةٍ، فتعدَّد الجنایات فی الإحرام (٧٩)

یعنی، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا، اُس کی (اِس) تاویل (کہ وہ ممنوعات کے ارتکاب سے احرام سے نکل گیا ہے) کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور ہر ممنوع کے ارتکاب اور ہر شکار کے لئے اُسے علیحدہ کفارہ لازم ہوگا، (٩٠) کیونکہ فاسد تاویل سے احرام نہیں اُٹھے گا، پس اِس کا (یعنی تاویل کا) وُجود اور عدم ایک ہی مرتبے میں ہے پس احرام میں جنایات متعدّد ہوں گی۔

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

٧٨۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی ارتکاب المحرم المحظور، ص ٤٥٠

٧٩۔ المسالك فی المناسك، فصلٌ بعد فصلٍ: فی معرفة ما یجبُ بقتل الصّید و ما یجب من الجزاء، ٢/٨٢١

٩٠۔ امام عز الدّین ابن جماعۃ متوفی ٧٦٧ھ امام شافعی کا صحیح مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں و إن اختلفَ النّوعُ بأن لَبِسَ و تطیّبَ تعدّدتِ الفدیة علی الأصحّ (هدایة السّالك، الباب الثامن: فی محرمات الإحرام إلخ، فصل: المحظورات المتقدمة، ٢/٦٩٦) یعنی، اور اگر نوع مختلف ہو اس طرح کہ سلا ہوا لباس پہنا، خوشبو لگائی تو اصح قول کے مطابق فدیہ متعدّد ہوگا۔

و قال الشّافعیُّ و أحمدُ: علیه لکُلّ شیءٍ فعَلَهُ دَمٌ (۹۱)

یعنی، امام شافعی اور امام احمد نے فرمایا کہ اُس پر ہر شئے کے لئے جو اُس نے کی دَم ہے۔

اور اگر جو شخص یہ جانتا ہو کہ وہ اِس ارادے سے احرام سے باہر نہ ہوگا تو اُس سے احرام توڑنے قصد معتبر نہ ہوگا اور اُس پر جتنے جُرم کئے اُتنی جزائیں لازم آئیں گی جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے "حیات القلوب" (۹۲) میں لکھا ہے اور علامہ رحمت اللہ سندھی (۹۳) اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۹۴) نقل کرتے ہیں کہ:

أمّا مَن عَلِم أنّه لا یخرُجُ منه بهذا القصدِ فإنّها لا تُعتبرُ منه

یعنی، مگر جو شخص یہ جانتا ہے کہ وہ اِس قصد کے ساتھ احرام سے نہ نکلے گا تو اُسے سے یہ قصد معتبر نہ ہوگا۔

اور اِسی طرح وہ شخص کہ جسے شک ہو کہ میں اِس قصد کے ذریعے احرام سے نکلوں گا یا نہیں تو اُس کا قصد بھی معتبر نہ ہوگا اور اُس پر بھی جتنے جُرم کئے اتنی جزائیں لازم آئیں گی چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و کذا یَنبَغِی أن لا تُعتبرَ منهُ إذا کان شاکاً فی المَسألةِ أو ناسیاً لها (۹۵)

۹۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب الجنایات، فصل فی إرتکاب المحرم المحظور، تحت قوله: و مَن علم أنّه إلخ، ص ۴۵۰

۹۲۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول: در بیان احرام، فصل: در بیان کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳

۹۳۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل: فی إرتکاب المحرم المحظور، ص ۴۵۰

۹۴۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، باب الجنایات، تحت قوله: إلاّ أن یقصدَ الرَّفضَ، ۳/۶۶۵

۹۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی إرتکاب المحرم المحظور، تحت قوله: و أمّا مَن عَلِمَ إلخ، ص ۴۵۰

یعنی، اِسی طرح چاہیے کہ اُس سے نیّت کا اعتبار نہ کیا جائے جب وہ مسئلہ میں شک کرنے والا ہو یا اُسے بھولنے والا ہو۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السّبت، ۷ ذوالحجة ۱۴۳۱ھ، ۱۳ نوفمبر ۲۰۱۰ م F-685

عمرہ میں سعی سے قبل نفلی طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور آ کر عمرہ کا طواف کیا، پھر ایک اور نفلی طواف کر لیا، بعد میں عمرہ کی سعی کر کے حلق کروایا، اب اِس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا جب کہ اُس نے عمرہ مکمل کرنے سے قبل نفلی طواف کر لیا ہے؟

(السائل: حافظ بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں وہ شخص اسائت کا مُرتکب ہوا اور اُس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا کیونکہ اگر وہ طوافِ عمرہ اور سعی کے درمیان سو جاتا یا کسی اور کام میں مشغول ہو جاتا تو اُس پر دَم لازم نہیں آتا، اِسی طرح طوافِ عمرہ اور سعی کے درمیان وہ جب نفلی طواف میں مشغول ہوا تو اُس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آیا۔

یہ مسئلہ صراحۃً تو کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا مگر قارن کے بارے میں مذکور ہے کہ اگر وہ عمرہ کی سعی سے قبل طوافِ تحیۃ کر لے تو اُس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو أنّه بین طوافِ العُمرةِ و سَعیِها اشتغَلَ بنَومٍ أو أکْلٍ لم یلزَمهُ دمٌ، فکذا إذا اشتغَلَ بطوافِ التّحیة (۹۶)

یعنی، اگر وہ طوافِ عمرہ اور اُس کی سعی کے مابین سونے یا کھانے میں

۹۶۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب الطّواف، ۲/۴/۳۴

مشغول ہوا تو اُس پر کچھ کفارہ لازم نہ ہوگا، پس اِسی طرح اگر وہ طوافِ تحیۃ میں مشغول ہوا (تو بھی دَم لازم نہ ہوگا)۔

اِسی طرح اگر اُس نے سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کیا ہوتا تو بھی اُس پر کوئی کفارہ لازم نہ آتا، اگرچہ یہ بھی خلافِ سنّت ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۹ ذوالحجۃ ۱۴۳۱ھ، ۲۵ نوفمبر ۲۰۱۰ م 695-F

عمرہ میں پہلے سعی کرنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص آفاقی عمرہ کو آیا اور اُس نے پہلے سعی کی بعد میں طواف کیا اور حلق کروادیا، اب اِس صورت میں اُس کا عمرہ درست ہوگیا یا نہیں اور اُس پر کیا لازم آئے گا؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یادر ہے کہ عمرہ میں ایک فرض اور دو واجب ہیں چنانچہ شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۹۰ھ (۹۷) اور اُن سے "ھندیہ" (۹۸) میں مذکور ہے:

أمّا رُکنُھا فالطّواف، و أمّا واجباتُھا فالسَّعیُ بینَ الصَّفا و المَروۃِ و الحَلقُ أو التَّقصِیرُ

یعنی، مگر عمرہ کا رُکن پس طواف ہے اور مگر اُس کے واجبات پس صفا و مروہ کے مابین سعی اور حلق یا تقصیر ہے۔

اور بعض نے نیت کو بھی شمار کرتے ہوئے دو رُکن قرار دیئے ہیں، چنانچہ علامہ رحمت اللہ

۹۷۔ المحیط السّرخسی، کتاب الحجّ، ص ۲۱٦، مخطوط مصوّر

۹۸۔ الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسك، الباب السّادس: فی العمرۃ، ۱/ ۲۳۷

بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أمّا فرائضُھا فالطّواف و النیّۃُ، و واجباتُھا السّعی و الحلقُ أو التقصیر (۹۹)

یعنی، مگر عمرہ کے فرائض، پس طواف اور نیّت ہیں اور اُس کے واجبات سعی اور حلق یا تقصیر ہیں۔

اور طواف سعی پر مقدم ہے چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فَإنَّ اللّٰہ تعالی شرَعَ السَّعیَ عقِیبَ الطّوافِ لا قَبْلَہٗ (۱۰۰)

یعنی، پس بے شک اللہ تعالیٰ نے سعی کو طواف کے بعد مشروع کیا ہے نہ کہ اُس سے قبل۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ الآیۃ (۱۰۱)

ترجمہ: تو جو اِس کے گھر کا حج یا عمرہ کرے اُس پر کچھ گناہ نہیں کہ اُن دونوں کے پھیرے کرے۔

اِس آیہ کریمہ کے تحت علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

ذکَرَ بحرفِ الفَاءِ، و أنّھا للتّعقیبِ، فکان تبعاً، و التّبعُ لا یَتقدَّمُ علی المَتبُوعِ (۱۰۲)

۹۹۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب العمرۃ، ص ۵۰۹

۱۰۰۔ المسالك فی المناسك، فصل فی الترتیب فیه بعد فصل: فی السّعی بین الصّفا و المروۃ، ۱/ ۴۷۲

۱۰۱۔ البقرۃ: ۲/ ۱۵۸

۱۰۲۔ المسالك فی المناسك، فصل فی التّرتیب فیه بعد فصل: فی السّعی بین الصّفا و المروۃ، ۱/ ۴۷۲

یعنی، اللہ تعالیٰ نے سعی کو حرفِ ''فاء'' کے ساتھ ذِکر فرمایا اور ''فاء'' تعقیب کے لئے ہے پس سعی تبعاً ہے اور تابع متبوع پر مقدم نہیں ہوتا۔

لہٰذا طوف کا سعی پر مقدم ہونا صحتِ سعی کے لئے شرط ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و صرَّحَ فی "المحیط": بأنَّ تقدیمَ الطّوافِ شرطٌ لصحةِ السّعی (۱۰۳)

یعنی، "محیط" (۱۰۴) میں تصریح فرمائی کہ تقدیم طواف صحتِ سعی کے لئے شرط ہے۔

اور علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

التّرتیبُ بین الطّوافِ و السّعیِ شرطٌ لِصحتِها (۱۰۵)

یعنی، طواف اور سعی کے مابین ترتیب اُس کی صحت کے لئے شرط ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قال المصنّف فی "الکبیر": و تقدیمُ الطّواف علی السّعی شرطٌ لصحة السّعی بالإتفاق (۱۰۶)

یعنی، مُصنّف (علامہ رحمت اللہ سندھی) نے (اپنی دوسری کتاب) "الکبیر" (۱۰۷)

۱۰۳۔ ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی السّعی بین الصّفا و المروة، تحت قوله: إن أراد السّعی، ۵۸۷/۳

۱۰۴۔ یہاں "محیط" سے مراد "محیط برھانی" ہے اور اُس کی عبارت یہ ہے کہ انّ السّعی تابعٌ للطّوافِ و مرتّبٌ علیه (المُحیط البُرھانی، کتاب المناسك، الفصل الثّامن: فی الطّواف و السّعی، طواف الصّدر، ۶۵/۳)

۱۰۵۔ المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل: فی العمرة علی الإنفراد إلخ، ۶۱۹/۱

۱۰۶۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العمرة، تحت قوله: و الحلق أو التقصیر، ص ۵۱۰

۱۰۷۔ جمع المناسك، باب العمرة، ص ۵۹۱

میں فرمایا کہ سعی پر طواف کی تقدیم صحتِ سعی کی بالاتفاق شرط ہے۔

اِسی لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طواف سے قبل سعی جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

لا یجوزُ السّعی قبلَ الطّوافِ، لأنّه شُرِعَ لِکمالِ الطّواف، و أنّه تبعٌ (۱۰۸)

یعنی، طواف سے قبل سعی جائز نہیں کیونکہ اِسے کمالِ طواف کے لئے مشروع کیا گیا ہے اور یہ کہ (طواف کے) تابع ہے۔

اور عمرہ میں طواف سے قبل کی گئی سعی معتبر نہیں ہوتی چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و لو سَعی قبلَ الطّوافِ أی: جنسَهُ أو قبلَ الطّوافِ الصَّحیحِ لم یعتدّ به أی: بذلك السّعی، فإنّ سعیَه حینئذٍ کالمعدوم (۱۰۹)

یعنی، اگر طواف سے قبل سعی کی یعنی جنسِ طواف یا طواف صحیح سے قبل تو وہ سعی شمار نہ کی جائے گی، بے شک اُس وقت سعی مثل معدوم کے ہے۔

پورا طواف چھوڑ کر سعی کرے یا اکثر دونوں صورتوں میں حکم یہی ہوگا، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

حتّی لو ترکَ أکثرَ الطّوافِ منها و أتی بأقلِّه، ثُمّ سَعَی بین الصّفا و المروةِ لا یجوزُ، و لا یحلّ ما لم یُعِدها أو یکملُها، لأنّه ترَكَ الأکثرَ، و للأکثرِ حکمُ الکُلِّ علی ما مرَّ، فإذا أکمَلَ الطّوافَ أعادَ السّعیَ بین الصَّفا و المَروة (۱۱۰)

۱۰۸۔ المسالك فی المناسك، فصل فی الترتیب فیه بعد فصل فی السعی بین الصّفا و المروة، ۴۷۲/۱

۱۰۹۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی الجنایات فی السّعی، ص ۳۹۳

۱۱۰۔ المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل فی العمرة علی الإنفراد إلخ، ۶۱۹/۱

یعنی، یہاں تک کہ اگر عمرہ کا اکثر طواف چھوڑ دیا اور کم پھیرے کئے پھر صفا ومروہ کے مابین سعی کی تو جائز نہ ہوئی، اور احرام سے نہ نکلے گا جب تک اُس کا اعادہ نہ کرے یا اُسے مکمل نہ کرے، کیونکہ اُس نے اکثر کو ترک کیا اور اکثر کے لئے کُل کا حکم ہے، پس جب طواف مکمل کر لیا تو صفا ومروہ کے مابین سعی کا اعادہ کرے گا۔

علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و فی "الظهِيريّة" و لو تَرَكَ طوافَ العُمرةِ أكثرَه أو كلَّه و سَعَى بين الصّفا و المروة و رَجعَ إلى أهلِه فهو مُحرِمٌ أبدًا، و لا يُجزى عنه البدلُ و عليه أن يَعُودَ إلى مكّة بذلك الإحرام و لا يجبُ عليه إحرامٌ جديدٌ لأجُل مجاوزةِ الميقات (۱۱۱)

یعنی، اور "ظهیریه" (۱۱۲) میں ہے کہ اگر عمرہ کا اکثر یا کُل طواف چھوڑ دیا اور صفا اور مروہ کے مابین سعی کر لی اور اپنے اہل کو لوٹ گیا تو وہ ہمیشہ مُحرِم ہے اور طواف کا بدل جائز نہ ہوگا اور اُس پر لازم ہے کہ اُسی احرام کے ساتھ مکہ لوٹے، اور اُس پر میقات سے گزرنے کی وجہ سے نیا احرام لازم نہ ہوگا۔

اور جب عمرہ کا طواف کرے گا تو سعی بھی کرنی ہوگی پہلی سعی کافی نہ ہوگی چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری لکھتے ہیں:

و فی "شرح الطّحاوی": و يطوفُ لها أو يَكمِلُ الطّوافَ و يَسعَى بينَ الصّفا و المَروةِ، و سعيُه الأوّلُ غيرُ جائزٍ (۱۱۳)

۱۱۱ـ الفتاوى التّاتارخانية، كتاب الحجّ، الفصل السّابع: فى الطّواف و السّعى، م حتنا إلى طواف العمرة، ۲/ ۳۹۰

۱۱۲ـ الفتاوى الظّهيرية، كتاب الحجّ، الفصل السّابع: فى الطّواف و السّعى، ص ۱٤٤

۱۱۳ـ الفتاوىٰ التّاتارخانية، كتاب الحجّ، الفصل السّابع: فى الطّوافِ و السّعى، م حتنا إلى طواف العمرة، ۲/ ۳۹۰

یعنی، اور "شرحُ الطحاوی" میں ہے کہ اور عمرہ کا طواف کرے یا طواف کو مکمل کرے اور صفا ومروہ کے مابین سعی کرے اور اس کی پہلی سعی جائز نہیں ہے۔

اور اگر وہ اعادہ نہیں کرتا تو اُس پر دَم لازم آئے گا کہ سعی عمرہ کے واجبات سے ہے اور اُسے اُس نے بلاعذر شرعی ترک کیا ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ۳ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۹ نوفمبر ۲۰۱۰م F-681

مُحرِمہ ماہواری آنے پر احرام کھول دے تو کیا حکم ہے؟

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک عورت پاکستان سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچی، ابھی طواف عمرہ کے تین چکر ہی ہوئے تھے کہ ماہواری شروع ہوگئی تو اُس نے طواف چھوڑ دیا اور اُس نے ہوٹل آکر احرام کھول دیا اور احرام کی خلاف ورزیاں شروع کر دیں، اب اُس عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: خرم عبدالقادر، سولجر بازار، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ عورت فوراً احرام کی خلاف ورزیاں ترک کر دے کیونکہ وہ احرام توڑنے کی نیت سے احرام سے باہر نہیں ہوئی اور اگر اُس نے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب نہ کیا ہوگا تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اُس احرام میں پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کرے، یاد رہے کہ عام طور پر عورتیں لاعلمی کی بناء پر سر بند وغیرہ کھولنے کو احرام کا کُھلنا سمجھتی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے، اور اگر ممنوعات احرام کا ارتکاب کیا ہوگا جیسے خوشبو لگانا، خوشبودار صابن استعمال کرنا، منہ ڈھکنا وغیرہا تو اُس پر صرف ایک دَم لازم ہوگا جو اُسے سرزمینِ حرم پر دینا ہوگا، چنانچہ علامہ سید امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "اللباب" (۱۱٤) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

۱۱٤ـ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل: فى إرتكاب المحرم المحظور، ص ٤٥٠

اعلم أنّه إذا نوى رفضَ الإحرام فجعلَ يَصنَعُ ما يَصنعُه الحلالُ مِن لبسِ الثِّيابِ و التّطيُّبِ و الحلقِ و الجماعِ و قتلِ الصَّيدِ، فإنّه لا يخرُجُ بذلك مِن الإحرام، و عليه أنْ يَعُودَ كما كان مُحرِماً، و يَجبُ دمٌ واحدٌ لجميعِ ما ارتكب، و لو كلَّ المحظورات، و إنّما يَتعدَّدُ الجزاءُ بتعدُّدِ الجنايات إذا لم ينوِ الرّفضَ، ثُمّ نيّةُ الرّفضِ إنّما تُعتبرُ مِمَّن زعَمَ أنّه يخرُجُ منه بهذا القصدِ لجهله مسألة عدم الخروج (١١٥)

یعنی، جان لیجئے کہ مُحرم نے جب احرام توڑنے کی نیّت کر لی اور وہ اُن کاموں میں شروع ہو گیا جو غیر محرم کرتا ہے جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، حلق کروانا، جماع کرنا اور شکار کو مارنا تو وہ اِس (نیت) سے احرام سے نہیں نکلے گا اور اُس پر لازم ہے وہ لوٹ آئے جیسا کہ مُحرم تھا (یعنی احرام کی پابندیاں شروع کر دے) اور اُس نے جن (ممنوعاتِ احرام) کا ارتکاب کیا اُس پر سب کا ایک دَم لازم ہے اگرچہ ہر ممنوع (کا مُرتکب ہوا) ہو، جنایات کے تعدُّد سے جزاء متعدّد صرف تب ہو گی جب اُس نے احرام توڑنے کی نیّت نہ کی، پھر احرام توڑنے کی نیّت صرف اُس سے معتبر ہے جو عدم خُروج کے مسئلہ سے لا علمی کی وجہ سے یہ گمان رکھتا ہو کہ وہ اِس نیّت سے احرام سے نکل گیا۔

اسی طرح مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ نے "حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب" (۱۱۶) میں لکھا ہے۔

۱۱۵۔ رَدُّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: إلّا یقصد الرّفض، ۳/۶۶۵

۱۱۶۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اوّل در بیان احرام، فصل دهم: در بیان کیفیت خروج از احرام، تنبیه حسن، ص ۱۰۳ (ص ۶۱، ۶۲، مطبع فتح الکریم)

یاد رہے کہ ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب کی صورت میں بھی وہ مُحرِمہ ہی رہے گی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۲ رمضان المبارك ۱۴۳۳ھ، ۱ اغسطس ۲۰۱۲ م 801-F

طُہرِ متخلّل میں عمرہ ادا کر لیا تو کیا حکم ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر ایک عورت نے ماہواری سے فارغ ہو کر غسل کر کے عمرہ ادا کیا، عمرہ ادا کرنے کے بعد اُسے دوبارہ خون آ گیا اور ماہواری شروع ہونے کے دس دنوں کے اندر اندر یہ خون آیا اور دس دن پورے ہونے سے قبل بند ہوا۔ تو آیا عمرہ ادا ہو گیا کہ نہیں اور دم وغیرہ لازم آیا کہ نہیں اور عورت نے اِس مسئلہ سے لاعلمی کی وجہ سے عمرہ ادا کر کے بال کاٹ لئے اور احرام اُتار دیا ہے اب اُس کے لئے کیا حکم ہے جب کہ وہ ابھی مکہ میں ہی ہے؟

(السائل: محمد منیب قادری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس پر لازم ہے کہ وہ جب تک مکہ میں ہے طواف کا اِعادہ کر لے۔ اِس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ ماہواری کی کم از کم مدّت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و أقلُّه ثلاثةُ أيامٍ بلَيَاليها و أكثرُهُ عشرةٌ (١١٧)

یعنی، حیض کی کم سے کم مقدار تین دن تین راتوں کے ساتھ ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

اور عورت کو ماہواری آئے اور تین دن کے بعد کسی دن بھی رُک جائے اور پھر جاری ہو کر دس دنوں کے اندر اندر رُک جائے تو آخری بار رُکنے تک سارا پیریڈ ماہواری کہلاتا ہے جیسا کہ کُتُبِ فقہ میں مذکور ہے، لہٰذا مذکورہ عورت نے جو عمرہ ادا کیا وہ ایامِ ماہواری میں ادا کیا

۱۱۷۔ الدُّرُّ المختار، کتاب الطّهارة، باب الحيض، ص ۴۳

ہے، اور طواف میں طہارت واجب ہے چنانچہ امام ابوالبقاء محمد بن اُحمد ابن الضیاء حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

و أما واجباتُ الطّواف، فمنها: الطّهارتُ عندَ الحَدثِ و الجَنَابةِ، و الحَيضِ و النِّفاسِ (١١٨)

یعنی، مگر طواف کے واجبات، تو اُن میں سے حَدَث، جنابت، حیض اور نفاس کے ہونے کے وقت طہارت ہے۔

بعض نے طواف میں طہارت کو واجب نہیں بتایا لیکن صحیح قول یہی ہے کہ واجب ہے، چنانچہ علامہ ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں:

وقال أبوبكر الجصّاص الرّازی: إنّها واجبةٌ، و هو الصّحيحُ۔
و فی "الهداية": و هو الأصحُّ (١١٩)

یعنی، امام ابوبکر جصاص رازی (حنفی) نے فرمایا یہ واجب ہے اور یہی صحیح ہے اور "ھدایہ" (١٢٠) میں ہے یہی اصح ہے۔

اور امام سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وهو الصّحيحُ من المذهبِ أنّ الطّهارةَ فی الطّوافِ واجبةٌ (١٢١)

یعنی، اور صحیح مذہب یہی ہے کہ طواف میں طہارت واجب ہے۔

یاد رہے کہ طہارت طواف کے لئے واجب ہے شرط نہیں ہے اور نہ فرض کہ اُس کے نہ

١١٨۔ البَحرُ العَمِيق، الباب العاشر: فی دخول مكة ...... إلخ، فصل: فی بيان أنواع الأطوفة، ١١١٢/٢

١١٩۔ البَحرُ العَمِيق، الباب العاشر: فی دخول مكة ...... إلخ، فصل: فی بيان أنواع الأطوفة، ١١١٢/٢

١٢٠۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: مَن طاف طواف القدو، ١-٢/١٩٩، و فيه: و الأصح أنها واجبةٌ، لأنّه يجب بتركها الجابر، یعنی، اصح یہ ہے کہ وہ واجب ہے کیونکہ اس کے ترک پر جابر واجب ہوتا ہے۔

١٢١۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ٣٥/٤/٢

پائے جانے کی صورت میں طواف شمار ہی نہ ہو، چنانچہ امام سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ:

إنّ الطّهارةَ فی الطّوافِ واجبةٌ، و أنّ طواف المُحدثِ مُعتد به عندنا، ولكن أفضل أن يُعِيدَهُ و إن لم يُعِدْهُ فعلَيه الدَّمُ (١٢٢)

یعنی، بے شک طواف میں طہارت واجب ہے بے شک بے وضو کا طواف ہمارے نزدیک شمار کیا جاتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ اُس کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہیں کیا تو اُس پر دم لازم ہے۔

اور علامہ ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں:

و ليستْ بشرطٍ لجوازِ الطّوافِ لا فرضٌ، بل هی واجبةٌ، حتی يجوزَ الطّوافُ بدُونِها، و يقعُ مُعتداً بِه، و لكن مُسِيأً و يجبُ فديةٌ على ما نبيّنُ (١٢٣)

یعنی، طہارت جوازِ طواف کے لئے نہ شرط ہے اور نہ فرض بلکہ یہ واجب ہے یہاں تک کہ طواف اِس کے بغیر جائز ہے۔ (اگر چہ ترکِ واجب کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور دم لازم آئے گا) اور معتد بہ واقع ہوتا ہے لیکن وہ مُسی (بُرا کرنے والا) ہوگا اور اُس پر فدیہ (یعنی دم) واجب ہوگا جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں کہ:

ولوطافَ للعُمرة كلَّه أو أكثرَه أو أقلَّه ولوشرطًا جُنبًا أو حائضاً أو نُفساءَ أو مُحدثًا فعليه شاةٌ (١٢٤)

١٢٢۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ٣٤/٤/٢

١٢٣۔ البَحرُ العَمِيق، الباب العاشر: فی دُخول مكة ...... إلخ، فصل: فی بيان أنواع الأطوفة، ١١١٢/٢

١٢٤۔ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طوافِ العُمرة، ص ٣٩٠۔ أيضاً جمع المناسك، باب الجنايات، الفصل الخامس: فی الجنايات، فصل: لوطاف للعُمرة...... إلخ، ص ٤٢٨

یعنی، اور اگر کوئی عمرہ کا کُل یا اکثر یا اقل طواف اگرچہ ایک چکر حالتِ جنابت یا حیض یا نفاس یا بے وضو کرے تو اُس پر (بطورِ دَم) بکری لازم ہے۔

اور دم اُس صورت میں لازم ہوگا جب وہ طوافِ عمرہ کا اعادہ نہ کرے اور چلا جائے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو طافَ للعُمرةِ مُحدَثًا و سَعَى بعدَهُ فعلَيه دمٌ إن لم يُعِدِ الطَّوافَ و رَجع إلى أهلِه (١٢٥)

یعنی، اگر بے وضو عمرہ کا طواف کیا اور اُس کے بعد سعی کی تو اُس پر دم لازم ہے اگر اُس نے طواف کا اعادہ نہ کیا اور اپنے اہل کو لوٹ گیا۔

اِس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ:

لتَرکِه الطَّهارةَ فی الطَّوافِ، و أمَّا ما دامَ بمكَّةَ فعلَيه أن يُعيدَهما لسَرَيَانِ نُقصانِ الطَّواف فِی السَّعيِ الذی بعدَهُ، و إلّا فالطَّهارةُ مُستحبّةٌ فی السَّعی (١٢٦)

یعنی، طواف میں طہارت کو ترک کرنے کی وجہ سے، مگر جب تک مکہ میں ہے اُس پر لازم ہے کہ دونوں کا اعادہ کرے نقصانِ طواف کے اُس کے بعد سعی میں اثر کرنے کی وجہ سے، ورنہ طہارت سعی میں مستحب ہے۔

اِن تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ اُس عورت پر طواف کا اعادہ لازم ہے، ہاں اگر مکہ سے چلی گئی تو دم لازم ہو جائے گا اور طواف بلا احرام ہوگا کیونکہ جہاں بھی اِعادہ کا ذِکر کیا گیا وہاں احرام کی قید کسی نے بھی ذِکر نہیں کی ہے۔ اور اگر صرف طواف کا اِعادہ کرے اور سعی کا اِعادہ نہ کرے تو اُس پر کچھ لازم نہ ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں کہ:

---

١٢٥ ـ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف العمرة، ص ٣٩١

١٢٦ ـ المسلك المقتسط، تحت قوله: ولو طاف للعمرة ...... إلخ، ص ٣٩١

و لَو أعادَ الطَّوافَ و لم يُعدِ السَّعيَ لاشيءَ عليه (١٢٧)

یعنی، اگر طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اِعادہ نہ کیا تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

اِس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و صحّحه صاحب "الهداية"، وهو مختارُ شمس الأئمة السّرخسی و الإمام المحبوبیّ (١٢٨)

یعنی، اسے صاحبِ ہدایہ (۱۲۹) نے صحیح قرار دیا ہے اور یہی شمس الائمہ سرخسی (۱۳۰) اور امام محبوبی (۱۳۱) کا مختار ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٢ رمضان المبارك ١٤٣٣ھ، ٢٢ يوليو ٢٠١٢م 799-F

---

١٢٧ ـ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف العمرة، ص ٣٩١

١٢٨ ـ المسلك المقتسط، تحت قوله: ولو طاف للعمرة ...... إلخ، ص ٣٩١

١٢٩ ـ الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: من طاف طواف القُدوم، ١ـ٢/٢٠٠، و قال: و كذا إذا أعاد الطّواف و لم يعد السّعی فی الصّحيح، یعنی، فرمایا اور اِسی طرح صحیح قول کے مطابق جب طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا۔

١٣٠ ـ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ٢/٤/٣٧، و قال: فكذلك يستحبُّ إعادة ذلك الرّمل و السّعی يوم النّحر، و إن لم يفعل لم يضُرُّه و لا شیء عليه، یعنی، فرمایا، اِسی طرح یومِ نحر میں رَمل اور سعی کا اعادہ مستحب ہے اور اگر نہ کرے تو اُسے کوئی ضرر نہیں ہے اور اُس پر کچھ نہیں ہے۔

١٣١ ـ محبوبی سے مراد صاحب "وِقاية الرّواية" یا شارح "وِقاية الرّواية" صدر الشریعہ اصغر عبید اللہ بن مسعود ہیں، ان کے نام کے ساتھ محبوبی اِس لئے آتا ہے کہ محبوب اُن کے آباء میں سے کسی کا نام تھا، علامہ ابو الحسنات عبد الحی لکھنوی نے "عمدة الرعاية" میں جو نسب ذِکر کیا ہے اُس میں صحابیِ رسول حضرت عبادہ بن الصّامت انصاری رضی اللہ عنہ کے پوتے کا نام محبوب بن الولید بن عبادہ بن الصّامت تھا۔

حلق یا تقصیر کے بغیر عمرہ کا احرام کھولنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ میں کراچی سے آیا اور عمرہ ادا کیا، پھر ایک دو روز بعد میں نے مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور آ کر طواف کیا اور سعی کی، حلق نہیں کروایا، اِس لئے کہ میرے بال بالکل چھوٹے تھے، میں نے سمجھا کہ یہ حلق کے قابل نہیں ہیں، اِس لئے مجھ پر لازم نہیں اور میں نے احرام کھول دیا اور اُسے ایک دن گزر چکا ہے پھر کسی عالم نے مجھے بتایا کہ مجھ پر حلق لازم ہے، اب میرے لئے شریعت کا کیا حکم ہے جب کہ دو دن بعد حج کے لئے منیٰ روانگی ہے۔

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں سائل پر لازم ہے کہ فوراً حلق کروائے کیونکہ وہ احرام توڑنے کی نیت سے اب تک احرام سے باہر نہیں ہوا، اور اُس پر ایک دَم لازم ہو گیا جو اُسے سرزمین حرم پر دینا لازم ہے اور ایک دَم کے لُزوم کی وجہ یہ ہے کہ سائل نے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور منہ ڈھکنا، خوشبو وغیرہا کا ارتکاب احرام سے نکلنے کے لئے اپنی جہالت کی بنا پر کیا ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور حارثی ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس چنیں خارج نہ گردد بہ نیتِ رفض و اِحلال وواجب آید بر ایں شخص دَم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را، متعدّد نشود بروئے جزاء بہ تعدّدِ جنایات چون نیّت کردہ است رفضِ احرام را زیرانکہ اُو ارتکاب نمودہ است محظورات را بتاویل اگرچہ فاسد است، معتبر باشد در رفع ضمانات دنیویہ، پس گویا کہ موجود شدند این ہمہ محظورات از جہتِ واحدہ بسببی واحد، پس متعدّد نگردد جزاء بروئے این مذہب ماست، ونزد امام شافعی پس لازم آید بروے برائے

ہر محظورے علیحدہ جزاء(۱۳۲)

یعنی، اِس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا ہر چند کہ اُس نے تمام ممنوعات کا مُرتکب کیا ہو، اور جب اُس نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تو متعدّد جنایات پر متعدّد جزائیں اِس لئے واجب نہ ہوں گی کہ اِن ممنوعات کا ارتکاب اُس نے تاویل سے کیا ہے، اور تاویل گو کہ فاسد ہے مگر وہ دنیوی(۱۳۳) ضمانتوں کے اُٹھ جانے میں معتبر ہوگی، پس گویا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب سے واقع ہوئے، اِس لئے جزائیں بھی اُس پر متعدّد واجب نہ ہوں گی، یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی کے نزدیک ہر ممنوع (کے ارتکاب پر) جزاء علیحدہ ہوگی۔

ہمارا اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے مابین اختلاف اُس صورت میں ہے جب یہ شخص احرام توڑنے کے ارادے سے ایسا کرے اور جہالت کی بنا پر سمجھ لے کہ اب وہ احرام سے نکل گیا ورنہ ہر جرم پر الگ کفارہ لازم ہو گیا، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں:

واین اختلاف وقتی ست کہ شخص مذکور کہ نیّت رَفضِ احرام کردہ است گمان می برد بسببِ جہل خود کہ اُو خارج گشتہ است از احرام بسبب این قصد واما کسی کہ می داند کہ خارج نشدہ ام من از احرام بسبب این قصد پس معتبر نباشد از وی قصد رفض ومتعدد گردد جزا بروے بہ تعدّدِ جنایات اتفاقاً بیننا و بین الشافعی چنانکہ متعدّد می گردد اتفاقاً بر شخصے کہ قصد نہ کردہ است رفض را اَصلاً (۱۳۴)

۱۳۲۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دھم: در بیان کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۳

۱۳۳۔ علامہ کرمانی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی نے بھی لکھا ہے کہ وہ دنیاوی ضمانتوں کے اُٹھ جانے میں مفید ہوگی جیسا کہ ہمارے فتویٰ "فاسد تاویل سے ممنوعاتِ احرام کے مُرتکب میں مذاہب" میں مذکور ہے۔

۱۳۴۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول دربیان احرام، فصل دھم: در بیان کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۳، ۱۰۴

یعنی، یہ اختلاف بھی اُس وقت ہے جب اُس شخص نے (اِن ممنوعات کے ارتکاب میں) احرام توڑنے کی نیّت کی ہو اور اپنی جہالت سے یہ سمجھ لیا ہو کہ اِس نیّت سے وہ احرام سے نکل گیا، لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اِس نیّت سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص سے احرام توڑنے کی نیّت معتبر نہیں ہوگی، اُس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزا واجب ہوگی جیسا کہ بالاتفاق احناف وشوافع اُس شخص پر جزائیں متعدّد ہوں گی، جس نے احرام توڑنے کی سرے سے نیّت ہی نہ کی ہو۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٥ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١١ نوفمبر ٢٠١٠م 683-F

عمرہ کے بعد بغیر حلق کے دوسرے عمرے کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق نہیں کروایا، اِس خیال سے کہ پہلے عمرہ کرکے حلق کرا چکا تھا اُس کے سر پر بال نہ تھے اِس لئے اُس نے عمرہ کی سعی کے بعد بغیر حلق کے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا، کیا اُس کا یہ فعل شرعاً درست ہے اور اگر درست نہیں تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ظفر، سولجر بازار، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس پر دَم لازم آئے گا کیونکہ اُس نے عمرہ کے دو احرام جمع کرنے کا ارتکاب کیا ہے جو کہ مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ صدرُ الشّریعہ اصغر امام عبید اللہ بن مسعود محبوبی حنفی متوفی ٧٥٠ھ لکھتے ہیں:

"مَن أتَی بعُمرةٍ إلّا الحلقَ، فأحرمَ بأُخری ذَبَحَ" (١٣٥) لأنّه

١٣٥۔ یہاں تک تاج الشّریعہ محمود بن احمد بن عبید اللہ محبوبی متوفی ٦٧٣ھ کے متن "وِقایةُ الرِّوایة" کی عبارت ہے۔

جمعَ بَینَ إحرامَي العمُرةِ، و هو مکروهٌ، فلزِمهُ الدّمُ (١٣٦)

یعنی، جس نے عمرہ ادا کیا سوائے حلق کے (یعنی حلق یا تقصیر کو چھوڑ کر عمرہ کے افعال طواف وسعی ادا کئے) پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو وہ (بکری بطورِ دم کے) ذبح کرے کیونکہ اُس نے عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع کرلیا جو کہ مکروہ ہے(١٣٧) پس اُسے دَم لازم ہوا۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی(١٣٨) اور اُن کے حوالے سے علامہ شامی (١٣٩) لکھتے ہیں:

وَ لو طافَ و سَعَی للأُولیٰ و لم یَبق علیه إلّا الحلقُ فأهلَّ بأُخری لَزِمتهُ و لا یرفُضُهَا و علیه دَمُ الجمعِ

یعنی، اگر پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کرلئے اور اُس پر حلق کے سوا کچھ باقی نہ رہا پھر اُس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو دوسرے عمرہ اُسے لازم ہو گیا اور اُسے وہ نہ چھوڑے گا اور اُس پر جمع (بین الاحرامین) کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

اور اِس صورت میں لُزومِ دَم میں فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

اعلم أنّهم اتفقوا فی وُجوبِ الدّم بسببِ الجمعِ بین إحرامَي العُمرةِ (١٤٠)

١٣٦۔ شرح الوقایة مع عمدة الرّعایة، کتاب الحج، باب إضافة الإحرام إلی الإحرام، ٦٥١/٢

١٣٧۔ مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ "در مختار" میں ہے کہ الأصلُ أنّ الجمع بین إحرامین لعُمرتین مکروهٌ تحریماً (الدّرّ المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: من أتی بعمرة إلخ، ص ١٧١) یعنی، قاعدہ یہ ہے کہ عمرہ کے دو احراموں میں جمع مکروہ تحریمی ہے پس اُسے دَم لازم ہوگا۔

١٣٨۔ لُباب المناسك، باب الجمع بین النُّسُکین المتّحدَین، فصل: فی الجمع بین العُمرتین، ص٣٢٤

١٣٩۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التّنویر، و من أتی بعمرة إلخ، ٧١٦/٣

١٤٠۔ المسلك المتقسط فی المنسكِ المتوسط، باب الجمع بین النُّسکین المُتّحدَین، فصل: فی الجمع بین العُمرتَین، ص٣٢٤

یعنی، جان لے کہ فقہاء کرام کا عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع کے سبب وُجوبِ دَم میں اتفاق ہے۔

یادر ہے کہ سر پر بال نہ ہوں تب بھی اُسترا پھیرنا لازم ہے بغیر اُس کے احرام نہیں کُھلے گا چنانچہ علامہ محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ بخاری حنفی متوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں:

إذا جاء وقتُ الحَلقِ، و لم يكُن على رَأسِهِ شعرٌ بأن حلَقَ قبلَ ذلك أو بسببٍ آخر، ذُكِرَ فی "الأصل" أنه يَجرى المُوسَى علـى رَأسِهِ، لأنّه لو كان على رأسِهِ شعرٌ كان المأخوذُ عليه إجراءَ المُوسَى ...... ثمَّ اختَلَفَ المشائخُ أنّ إجراءَ المُوسى مستحبٌّ أو واجبٌ، و الأصحّ أنّه واجبٌ (١٤١)

یعنی، جب حلق کا وقت آ گیا اور اُس کے سر پر بال نہ ہوں اِس طرح کہ اُس نے اِس سے قبل حلق کروایا تھا یا کسی اور سبب سے، تو ''الاصل'' میں مذکور ہے کہ وہ اپنے سر پر اُسترا پھروائے گا، کیونکہ اگر اُس کے سر پر بال ہوتے تو اُسترے کا پھروانا ماخوذ ہوتا...... پھر مشائخ کا (ایسی صورت میں) اس بات میں اختلاف ہے کہ اُسترا پھروانا مستحب ہے یا واجب، اور ''اَصح'' یہ ہے کہ واجب ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ٨ شوال المكرّم ١٤٣٣ھ، ٢٧ اغسطس ٢٠١٢ م F-804

بلا احرام جدہ پہنچنے والے مُتمتّع کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج تمتّع کی نیّت سے پاکستان سے آیا، ہوائی جہاز میں جب اجتماعی طور پر نیّت کروائی گئی تو اُس نے زبانی الفاظ تو ادا کر لئے لیکن اُس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ نیّت بعد میں میقات سے کچھ پہلے کر لے گا، مگر میقات سے گزرتے وقت وہ عمرہ کے احرام کی نیّت سے تلبیہ کہنا بھول گیا،

١٤١۔ المحيط البرهانی، كتاب المناسك، الفصل الرّابع عشر: فی الحلق و التّقصير، ٨١/٣

جدہ ایئر پورٹ پر پہنچنے کے بعد اُسے یاد آیا کہ اُس نے تو نیت نہیں کی ہے، پھر کسی دیندار مسائلِ حج جاننے والے کو بتایا تو اُس نے مشورہ دیا کہ تو اب نیّت کر لے تو اُس نے وہاں سے نیت کی اور تلبیہ کہہ لی اور وہ مکہ مکرمہ آیا اور عمرہ ادا کیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ اُس کا عمرہ درست ہوا کہ نہیں اور وہ حج کرے گا تو اُس کا حج ''تمتّع'' ہوگا یا نہیں، اور اُس پر حج تمتّع کی قربانی لازم ہوگی یا نہیں، اور میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے اُس پر کیا کفارہ لازم آیا، تفصیل سے جواب عنایت فرما کر ممنوع ہوں۔

(السائل: حافظ محمد عامر از لبیک حج وعمرہ سروسز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: میقات سے باہر رہنے والا شخص جب حرم یا مکہ کے ارادے سے میقات سے گزرے گا تو اُس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر گزرے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَا يَتَجَاوَزُ أُحَدُ الْمِيقَاتَ إِلَّا وَ هُوَ مُحْرِمٌ" أخرجه ابن أبی شيبة فی "مصنّفه" (١٤٢)، و الطّبرانی فی "المعجم الكبير" (١٤٣) من حديث ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعاً، و أخرجه الطّحاوی فی "شرح مَعانی الآثار" (١٤٤) موقوفاً، و من طريق الشّافعی البيهقیُّ فی "السُّنَنِ الكُبرى" (١٤٥) و "معرفةِ السُّنَن و الآثارِ" (١٤٦)

یعنی، ''کوئی میقات سے نہ گزرے مگر یہ کہ وہ احرام والا ہو''۔

١٤٢۔ المصنّف لابن أبی شيبة، كتاب الحجّ، باب لا يَجاوزُ أحدٌ الوقت إلّا محرم، برقم:١٥٧٠١، ٧٠٢/٨، (٥١/٢/٤)

١٤٣۔ المعجم الكبير، برقم:١٢٢٣٦، ٣٤٥/١١، بلفظ: "لَا تَجُوزُ الْوَقْتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ

١٤٤۔ شرح معانی الآثار، كتاب الحجّ، باب دخول الحرم إلخ، برقم:٤١٧٢، ٢٦٣/٢، و كتاب الحجة، باب فی فتح رسول الله ﷺ مكة عنوةً، برقم:٥٤٧٣، ٣٢٩/٣، بلفظ: "لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ مَكَّةَ إِلَّا مُحرِمًا"

١٤٥۔ السُّنَنُ الكبرىٰ، كتاب الحجّ، باب دخول مكّة بغير إرادة حجّ و لا عمرة، برقم:٩٨٣٩، ٢٨٩/٥

١٤٦۔ معرفة السُّنَن و الآثار، كتاب المناسك، باب دخول مكّة بغير إرادة حجّ و عمرة، برقم:٣١٣٠، ١٦٩/٤، بلفظ: مَا يَدْخُلُ مَكَّةَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهَا وَ لَا مِنْ غَيْرِ أَهْلِهَا إِلَّا بِإِحْرَامٍ"

اِسی حدیث شریف کی بنا پر فقہاءِ کرام(۱۴۷) نے لکھا آفاقی مکہ مکرمہ کسی بھی غرض سے جائے تو وہ میقات سے بغیر احرام کے نہیں گزرے گا، چنانچہ علامہ حسن بن منصور بن ابی القاسم اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

> الآفاقی و مَن کان خارجَ المیقات، إذا قَصَدَ مکّۃَ لحجّۃٍ أو عمرۃٍ أو لحاجۃٍ أخری، لا یُجاوزُ المیقَاتَ إلاَّ مُحرِماً (۱۴۸)

> یعنی، آفاقی اور وہ جو میقات سے باہر ہے جب حج یا عمرہ یا کسی کام کے لئے مکہ مکرمہ کا قصد کرے تو میقات سے نہ گزرے مگر احرام والا۔

اور اگر بغیر احرام کے گزرا تو اُس پر حج یا عمرہ لازم ہو جائے گا چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

> قال: و إذا جاوَزَ ...... و دخَلَ مکّۃَ بغیرِ إحرامٍ فعلَیہ حجّۃٌ أو عمرۃٌ (۱۴۹)

> یعنی، فرمایا، جب گزر گیا اور مکہ بغیر احرام کے داخل ہو گیا تو اُس پر حج یا عمرہ لازم ہو گیا۔

اِسی طرح "مختصر اختلاف العُلماء (۱۵۰)"، "مختلفُ الرّوایہ" (۱۵۱)، "المبسوط للسّرخسی" (۱۵۲) اور "بدائع الصنائع" (۱۵۳) میں ہے۔

۱۴۷۔ فقہاءِ کرام سے مراد فقہاءِ احناف ہیں۔

۱۴۸۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحجّ، ۱/۲۸۴، دار المعرفۃ (۱/۱۷۳، دار الفکر)

۱۴۹۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی أحکام مجاوزۃ المیقات بغیر إحرام، ۱/۳۱۰

۱۵۰۔ مختصر اختلاف العلماء، کتاب المناسك، الإحرام لدخول مکۃ، برقم: ۵۵۳، ۲/۶۵، و فیہ: قال أصحابنا: لا یَدخُل أحدٌ ممّن هو خارجُ المیقات إلاّ بإحرام، فإن دَخَلَها بغیر إحرام: فعلیہ حجّۃٌ أو عمرۃٌ

۱۵۱۔ مختلف الرّوایۃ، کتاب المناسك، باب قول الشافعی خلاف قول أصحابنا، برقم: ۶۱۰، ۲/۷۶۳

۱۵۲۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب المواقیت، ۲/۴/۱۵۹

۱۵۳۔ بدائع الصّنائع، کتاب الحج، فصل: أما بیان مکان الإحرام، ۳/۱۶۴

اور جب وہ میقات سے گزرنے کے بعد حج یا عمرہ کا احرام باندھے تو اُس پر میقات کو احرام کے لئے لوٹنا لازم ہوگا اور اگر نہ لوٹا اور احرام باندھ لیا تو دَم لازم آئے گا، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے نقل کیا کہ

> عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنہما قال: إذَا جَاوَزَ الوَقْتَ فَلَمْ یُحرِمْ حَتّٰی دَخَلَ مَکّۃَ رَجَعَ إلَی الوَقْتِ فَأَحْرَمَ، وَ إنْ خَشِیَ إنْ رَجَعَ إلَی الوَقْتِ، فَإنّہُ یُحرِمُ وَ یُھْرِیْقُ لِذٰلِكَ دَمًا (۱۵۴)

> یعنی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میقات سے گزر گیا پس احرام نہ باندھا یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو گیا تو میقات کو لوٹے پس احرام باندھے اور اگر میقات کو لوٹنے میں خوف ہو تو وہ احرام باندھے اور اُس کے لئے بطورِ دَم خون بہائے۔

اور ایسے شخص کے لئے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

> فعلیہ العَودُ إلی میقاتٍ منھا و إن لم یکُنْ میقاتَہ لیُحرِمَ منہ، و إلاَّ فعلیہ دمٌ (۱۵۵)

> یعنی، پس اُس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تاکہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام کے گزر کر آیا تھا) ورنہ اُس پر دَم لازم ہوگا۔

اور مذکورہ شخص نے جب اس حال میں عمرہ ہی ادا کر لیا ہے تو اب اُس پر دَم متعین ہو گیا اور اگر وہ حج کرتا ہے تو اُس کا حج "تمتع" ہوگا کیونکہ فقہاءِ احناف نے حج تمتع کی گیارہ شرطیں ذکر کی ہیں اور اُن میں سے گیارھویں شرط حاجی کا آفاقی ہونا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۱۵۴۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، فصلٌ و المواقیت التی إلخ، ۲/۳۳۵

۱۵۵۔ ردّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی المواقیت، تحت قولہ: حَرُم تأخیر إلخ، ۳/۵۵۱، ۵۵۲

أنّ شرائطَ التّمتّعِ أحدَ عشرَ ...... الحادی عشر: أن یکونَ مِن أهل الآفاقِ و العِبرةُ لِلتّوطّنِ (۱۰۶)

یعنی، بے شک شرائطِ تمتّع کی گیارہ ہیں اُن میں سے گیارھویں شرط حاجی کا اہلِ آفاق سے ہونا ہے اور اعتبار وطن کا ہے۔

اور اسے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے "ردّ المحتار" (۱۰۷) میں اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ نے "بہارِ شریعت" (۱۰۸) میں نقل کیا ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لا یُشترطُ لصحّةِ التّمتّعِ إحرامُ العمرةِ مِن المیقاتِ و لا إحرامُ الحجّ من الحرم، فلو أحرَم داخلَ المیقاتِ، ولو مِن مکّة یکون متمتّعاً و علیه دمٌ لترکِ المیقات، ملخصاً (۱۰۹)

یعنی، تمتّع کے صحیح ہونے کے لئے عمرہ کا احرام میقات سے اور حج کا احرام حرم سے شرط نہیں ہے پس اگر میقات کے اندر سے (عمرہ کا) احرام باندھا اگرچہ مکہ سے تو متمتّع ہو جائے گا اور میقات سے احرام ترک کرنے کی وجہ اُس پر دَم ہوگا۔

اور یہ شخص علی وجہِ المسنون متمتّع قرار پائے گا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

یکون متمتّعاً أی: علی وَجهِ المسنُونِ (۱۶۰)

۱۰۶۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب التّمتّع، ص ۳۰۱

۱۰۷۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرّ المختار، کتاب الحجّ، باب التّمتّع، تحت قوله: و شرعاً أن یفعل إلخ، ۳/ ۶۴۰، ۶۴۱

۱۰۸۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ۶/ ۱۳۰

۱۰۹۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب التّمتّع، فصل: لا یشترط لصحة إلخ، ص ۳۱۶، ۳۱۷

۱۶۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التّمتّع، فصل: لا یشترط لصحة إلخ، ص ۳۱۶، ۳۱۷

یعنی، مسنون طور پر متمتّع ہو جائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس شخص کا حج "تمتّع" قرار پائے گا اور اُس پر ایک دَم حجِ تمتّع کا جو کہ دَمِ شکر ہے اور ایک دم میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کا جو کہ دَمِ جبر ہے لازم ہوگا۔ اور ساتھ توبہ بھی لازم ہوگی کہ اُس نے بلا عذرِ شرعی میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو کہ گناہ ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲ ذوالحجة ۱۴۳۱ھ، ۸ نوفمبر ۲۰۱۰م 680-F

جدہ سے احرام باندھنے والے آفاقی کا حکم جس نے عمرہ فاسد کر دیا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے آیا اور میقات پر احرام کی نیت نہ کی یہاں تک کہ جدہ پہنچ گیا، وہاں اُس نے احرام کی نیت سے تلبیہ کہی اور مکہ پہنچا اور اُس نے ایسا کام کر لیا کہ جس سے عمرہ فاسد ہو جاتا ہے لیکن اِسی حال میں اُس نے وہ عمرہ مکمل کیا پھر اُن کی مدینہ شریف روانگی تھی وہ چلا گیا وہاں کسی نے بتایا کہ تیرا عمرہ فاسد ہو گیا اور تجھ پر قضا لازم ہے اور میقات سے تو بغیر احرام کے آیا تھا اُس کا دَم بھی لازم ہے اِس طرح اُس نے مدینہ شریف سے قضاء کی نیت سے احرام باندھا اور مکہ شریف آ کر عمرہ ادا کیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ وہ بغیر احرام کے میقات سے گزرا تھا اُس کا دَم اُس پر لازم آئے گا یا نہیں؟

(السائل: محمد ریحان ابوبکر، لبیک حج گروپ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں میقات سے عمرہ کی قضا کی وجہ سے اُس پر سے وہ دَم ساقط ہو گیا جو اُسے میقات سے بغیر احرام کے گزرنے پر لازم آیا تھا، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و مَن جاوَزَ الوقتَ فأحرَمَ بعمرةٍ و أفسَدَها مضَی فیها و قضَاها

و ليس عليه دمٌ لتركِ الوقتِ (١٦١)

یعنی، جو شخص میقات سے (بغیر احرام کے) گزر گیا پھر اُس نے عمرہ کا احرام باندھا اور اُسے فاسد کر دیا وہ اُس عمرہ کو پورا کرے گا اور اُس کی قضاء کرے گا اور اُس پر میقات سے احرام نہ باندھنے کا دَم نہیں ہے۔

اس میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک قضا اور دوسرا سقوطِ دَم، قضاء تو اس لئے لازم ہوتی ہے کہ اُس نے جب عمرہ کا احرام باندھا تو اُس نے صحیح عمرہ ادا کرنا اپنے اُوپر لازم کر لیا اور وہ اُس نے نہ کیا، باقی رہا بغیر احرام میقات سے گزرنے کے دَم کا ساقط ہونا وہ اس لئے کہ جب اُس نے قضاءِ عمرہ کا احرام میقات سے باندھا تو میقات کے حق میں اُس سے جو نقص واقع ہوا تھا وہ پورا ہو گیا، چنانچہ امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و أمّا القضاءُ فلأنّه التزَمَ الأداءَ على وجهِ الصّحةِ، و لم يَفعلْ و أمّا سقوطُ الدّمِ فلأنّه إذا قَضَاها بإحرام مِن الميقاتِ يَنجبرُ به ما نقصَ من حقِّ الميقاتِ بالمُجاوزةِ مِن غير إحرامٍ فسقَطَ عنه الدَّمُ كمَن سَها فی صلاتِه ثُمّ أفسدَها فقَضَاها سقَطَ سجودُ السّهوِ (١٦٢)

یعنی، مگر قضا وہ اس لئے کہ اُس نے صحت کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کا التزام کیا اور وہ اُس نے (ادا) نہ کیا، مگر سقوطِ دَم وہ اس لئے کہ جب اُس نے میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کی قضا کی تو اُس سے وہ نقصان پورا ہو گیا جو بغیر احرام کے گزرنے کی وجہ سے میقات کے حق میں واقع ہوا تھا پس اُس سے (بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا) دَم ساقط ہو گیا، اُس شخص کی مثل جس نے اپنی نماز میں سہو کیا، پھر نماز کو فاسد کر دیا

١٦١ـ بداية المبتدى، كتاب الحجّ، باب مجاوزة الوقت بغير إحرام، ١ـ٢/(٤٣)

١٦٢ـ العناية على الهداية على هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب مجاوزة الوقت بغير إحرام، تحت قوله: و مَن جَاوزَ الميقاتَ، ٣/٤٢ـ٤٣

پھر اُس کی قضاء کی تو اُس سے (سہو کی وجہ سے لازم آنے والا) سجدۂ سہو ساقط ہو گیا۔

اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی سقوطِ دَم کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و لنا أنّه يَصيرُ قاضياً حقَّ الميقاتِ بالإحرام منهُ فی القضَاءِ (١٦٣)

یعنی، ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھنے سے میقات کے حق کو ادا کرنے والا ہو گیا۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

فينجبرُ به و هذا لأنّ النّقصَ حصَلَ بتركِ الإحرامِ من الميقاتِ فيصيرُ قاضياً حقَّهُ بالقَضَاء (١٦٤)

یعنی، پس اُس سے نقصان پورا ہو جائے گا اور یہ اس لئے کہ نقص میقات سے احرام کے ترک کی وجہ سے حاصل ہوا، پس قضاء سے وہ اُس کا حق ادا کرنے والا ہو گیا۔

اس صورت میں اُسے عمرہ کے افعال پورے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر چہ وہ اپنے عمرہ کو فاسد کر چکا ہے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی لکھتے ہیں کہ

أمّا المُضيّ فلأنّ الإحرامَ عقدٌ لازمٌ لا يخرُجُ المرأُ عنه بعد الشُّروعِ فيه إلّا بأداءِ الأفعالِ (١٦٥)

١٦٣ـ الهداية، كتاب الحجّ، باب مجاوزة الميقات بغير الإحرام، تحت قوله: و ليس عليه دم إلخ، ١ـ٢/٢١١

١٦٤ـ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب مجاوزة الميقات بغير إحرام، تحت قوله: و لنا أنه يصيرُ إلخ، ٢/٤٣

١٦٥ـ العناية على الهداية، كتاب الحجّ، باب مجاوزة الوقت بغير إحرام، تحت قوله: و مَن جَاوزَ الميقاتَ، ٢/٤٢

یعنی، مگر پورا کرنا اِس لئے ہے کہ احرام ایک عقد لازم ہے آدمی اُس میں شروع ہونے کے بعد اُس سے نہیں نکلے گا مگر اُس کے افعال کو ادا کرنے سے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٤ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١٠ نوفمبر ٢٠١٠م 682-F

آفاقی کا عمرہ کے احرام کے ساتھ جدّہ سے واپس جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم لوگ تین گروپس ریاض سے حج تمتّع کے ارادے سے نکلے، عمرہ کا احرام باندھا، ایک گروپ مکہ مکرمہ پہنچ گیا اور عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول دیا، جب کہ دو گروپس نے جدّہ پہنچنے پر معلوم ہوا اُنہیں جو تصریح ملی ہے وہ جعلی ہے، اُنہیں حج کی اجازت نہیں ہے، اِسی خبر پر مکہ مکرمہ پہنچنے والا گروپ وہیں سے اور ہم لوگ جدّہ سے ریاض واپس ہوئے، اور جدّہ سے واپس ہونے والے احرام میں تھے، اُن سب نے احرام کھول دیا اور ریاض پہنچ گئے، ہم میں سے چند نے احرام کھولنے کا بعد مکہ میں دَم کے بکرے ذبح کروائے اب جنہوں نے احرام کھولنے کے بعد دَم کے جانور ذبح کروائے یا نہیں کروائے سب کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی از ریاض)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جب یہ لوگ جدہ پہنچ گئے اور وہاں انہیں معلوم ہوا کہ اُن کی تصریح جعلی ہے تو انہیں چاہئے تھا کہ مکہ مکرمہ آتے اور عمرہ ادا کر کے احرام کھولتے اگر چیک پوسٹ پر اُن کو روک دیا جاتا تو اور کوئی راستہ اختیار کر کے مکہ مکرمہ آنے کی کوشش کرتے تو یقیناً پہنچ جاتے کہ کتنے لوگ ہیں کہ جو اِس طرح مکہ مکرمہ آتے ہیں اُن لوگوں نے کوشش ہی نہ کی تو یہ لوگ شرعاً مُحصَر قرار نہیں پائیں گے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و لو أحصر العَدُوُّ طَريقاً أي: إلى مكّة أو عرفة و وجد أي: المُحصَرُ طريقاً آخر يَنظُرُ فيه إن أضرّ به سُلوكُها لطُولِه أو لصَعُوبة طَريقِهِ ضَرراً معتبراً فهو مُحصَرٌ أي: شرعاً و إلّا فلا أي: إن لم يَتضرَّر به فلا يكونُ مُحصَراً في الشّريعة، و إن كان مُحصَراً في اللُّغةِ (١٦٦)

یعنی، اور اگر دشمن نے مکہ مکرمہ یا عرفات کا راستہ روک لیا اور مُحصَر نے دوسرا راستہ پایا تو اُس میں دیکھے اگر اُس پر چلنا راستہ لمبا ہونے یا راستے کے دشوار گزار ہونے کی وجہ سے اُسے ایسا ضرر دے گا جو ضرر شرعاً معتبر ہے تو یہ شخص شرعاً مُحصَر ہوگا اور اگر نہیں یعنی اگر اُسے ضرر نہیں پہنچتا تو یہ شریعت میں مُحصَر نہیں ہے اگر چہ لُغت کے اعتبار سے مُحصَر ہے۔

جب یہ لوگ مُحصَر نہیں محض اپنے اِس گُمان کی وجہ سے رُک گئے کہ انہیں حج کی اجازت نہیں ملے گی حج کی اجازت نہ ملنا الگ چیز ہے عمرہ کی اجازت نہ ملنا الگ ہے، عمرہ سے اِن کو نہیں روکا جاتا کیونکہ اُنہی کے ساتھیوں کا ایک قافلہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا، اور اِن لوگوں نے مکہ داخل ہونے کی کوشش بھی نہ کی، انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہم حج کے ارادے سے آئے ہیں جب حج کرنے کا اجازت نامہ نہیں ملا تو جانا بے کار ہے، ٹھیک ہے یہ لوگ آئے تو حج کرنے کے لئے تھے لیکن احرام کو تو صرف عمرہ کا باندھا تھا عمرہ ادا کر کے اُس احرام کو کھولنے کی توسعی ہوتی، انہوں نے ایسا نہ کیا، اگر یہ اپنی پوری کوشش کرتے پھر مکہ داخل ہونے کی کوئی سبیل بنتی تو چند روز احرام میں رہتے، ایام تشریق گزرنے کے بعد مکہ آ کر عمرہ ادا کر کے کھول دیتے اور یہ چند روز انہیں احرام میں رہنا مشکل ہو جاتا تو جانور یا اُس کی رقم مکہ مکرمہ بھیج دیتے اُن کی طرف سے جب جانور ذبح ہو جاتے تو احرام کھول دیتے اور بعد میں عمرہ کی قضاء کرتے۔

لہٰذا یہ لوگ تا حال احرام میں ہی ہیں انہیں چاہئے فوراً ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب سے باز آ جائیں اور اُسی احرام سے آ کر عمرہ ادا کریں اور جن جن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب

١٦٦۔ لُباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، ص٤٥٣

اُن سے ہوا اُن سب کی طرف سے صرف ایک دَم دیں وہ اِس لئے کہ انہوں نے اپنے فاسد گمان سے یہ سمجھ لیا کہ ہمارا احرام کُھل گیا، اور ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دیا اِس طرح تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے واقع ہوئے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (۱۶۷) لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (۱۶۸) نقل کرتے ہیں کہ

اعلم أنّه إذا نَوَى رَفْضَ الإحرام فجعَلَ يَصنعُ ما يَصنَعُ الحلالُ مِن لبسِ الثِّيابِ و التَّطيُّبِ، والحَلقِ و الجِمَاعِ، و قَتلِ الصَّيدِ، فإنَّه لا يخرُجُ بذلك مِنَ الإحرام، وعليه أن يَعُودَ كما كان مُحرِماً، و يجبُ دمٌ واحدٌ لجميع ما ارتكَبَ، ولو فَعلَ كُلَّ المحظورات، و إنما يَتعدَّدُ الجزاءُ بتعدُّدِ الجنَايات إذا لم يَنوِ الرَّفضَ، ثُمَّ نيَّةُ الرَّفضِ إنَّما تُعتبرُ مِمَّن زعَمَ أنّه يَخرُجُ منه بهذا القَصدِ لجَهلِهِ مسألةَ عدمِ الخُروج

یعنی، جان لیجئے کہ مُحرِم نے جب احرام توڑنے کی نیّت کر لی اور اُن کاموں میں شروع ہو گیا جو غیر مُحرِم کرتا ہے جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، حلق کروانا، جماع کرنا اور شکار کو مارنا تو وہ اِس نیت سے احرام سے نہیں نکلے گا اُس پر لازم ہے کہ وہ لوٹ آئے جیسا کہ احرام میں تھا اور اُس نے جن ممنوعات کا ارتکاب کیا سب کا ایک دَم لازم ہے اگرچہ ہر ممنوع کا مُرتکب ہوا، جنایات کے تعدُّد سے جزاء متعدّد تب ہو گی جب اُس نے احرام توڑنے کی نیت نہ کی ہو، پھر احرام

۱۶۷۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل: فی إرتكاب المحرم المحظور، ص ۴۵۰ و اللّفظ له

۱۶۸۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: إلّا أن یقصد الرَّفض، ۳/۶۶۵

توڑنے کی نیّت صرف اُس سے معتبر ہو گی جو عدمِ خُروج کے مسئلہ میں لا علمی کی وجہ سے یہ گمان رکھتا ہو کہ وہ اِس نیّت سے احرام سے نکل گیا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۲ ذوالحجة ۱۴۳۱ھ، ۱۸ نوفمبر ۲۰۱۰ م 688-F

آفاقی کا حج سے قبل عمرہ ادا کر کے واپس جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم لوگ ریاض سے حج تمتّع کے ارادے سے نکلے مکہ مکرمہ پہنچے عمرہ ادا کیا اور احرام کھول دیا، پھر ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے لیڈر نے جو تصریح حاصل کی ہے وہ جعلی ہے اور اس پر ہمیں حج کرنے کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا ہم سب کے سب ریاض واپس ہوئے، اب سوال یہ ہے کہ اِس صورت میں ہم پر کچھ لازم تو نہیں آئے گا کہ ہمارا ارادہ حج کرنے کا تھا، حج کا احرام باندھنے سے قبل ہم عمرہ کر کے واپس چلے گئے۔

(السائل: ایک حاجی از ریاض)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں عمرہ ادا کر کے واپسی کی صورت میں کچھ بھی لازم نہ آیا کیونکہ ان لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ عمرہ ادا کر کے کھول دیا گیا اور حج کا احرام ابھی باندھا نہ تھا اور احرام باندھنے سے قبل ''اِحصار'' نہیں ہوتا چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و قبلَ الإحرامِ لا یکونُ مُحصَراً (۱۶۹)

یعنی، احرام سے قبل مُحصَر نہیں ہوتا۔

اور پھر عمرہ کے احرام کے ساتھ حرم میں آ جانے سے ان پر حج کرنا لازم نہ ہوا، عمرہ کرنے کے بعد یہ لوگ مختار ہیں چاہیں تو حج کریں چاہیں تو واپس چلے جائیں، ہاں وہ لوگ

۱۶۹۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی المحصر، ۲/۹۳۹

جن پر پہلے حج فرض نہ ہوا تھا ایامِ حج میں مکہ مکرمہ آجانے کی وجہ سے اُن پر حج فرض ہوگیا۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٣ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١٩ نوفمبر ٢٠١٠ م 689-F

مُحصَر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص شرعاً مُحصَر ہوجائے اور اُس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو تو وہ کیا کرے اور اگر حج کا احرام باندھا ہو تو پھر کیا کرے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

(السائل: ایک حاجی از مکہ مکرمہ)

باسمه تعالٰی وتقدس الجواب: اگر کوئی شخص شرعاً مُحصَر ہوجائے پھر چاہے حج کا احرام باندھا ہو یا عمرہ کا، اُس کے احرام کُھلنے کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ وہ حرم شریف ہدی (یعنی جانور) بھیجے یا اُس کی قیمت جس سے اُس کی طرف سے جانور خریدا جائے اور اُس سے جانور ذبح کرنے کا دن اور وقت طے کر لے جب جانور سرزمینِ حرم پر ذبح ہو جائے اُس کے بعد احرام کھولے اور اگر حج کا احرام تھا تو حج اور عمرہ قضاء کرے اور اگر عمرہ کا احرام تھا تو صرف عمرہ کی قضاء کرے۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ ٦ھ کو جب عمرہ کا احرام باندھ کر تشریف لائے تو مقامِ حدیبیہ پر کُفّارِ مکہ کی طرف سے روک دیئے گئے تو آپ ﷺ نے اِسی طرح کیا اور اگلے سال اِس عمرہ کی قضاء فرمائی۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (١٧٠)

ترجمہ: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو، پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی

١٧٠۔ البقرة: ١٩٦/٢

بھیجو جو میسر آئے۔ (کنز الایمان)

اِس آیہ کریمہ کے تحت علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

اعلم نزلتْ هذهِ الآيةُ فی شأنِ النّبيِّ ﷺ و أصحابِه رضی الله عنهم حينَ خَرَجُوا مِنَ المَدينةِ سنةَ ستٍّ، و أحرمُوا بالعُمرةِ مُتوجّهِينَ إلی مكّة حرَّسَها اللّٰه تعالیٰ، و أتَوا حتّی نزلُوا بالحُديبيَّةِ ليدخُلوا مكّةَ، فصدَّتهم قريشٌ عن ذلك و منعَتهم عن الدُّخولِ، حتّی خرَجَ إليهم سهيلُ (أو سهل) بنُ عمروٍ، فصالحُوا علی أن يَرجعَ النّبيُّ ﷺ إلی المَدينَةِ، و يعودَ من قابلٍ، فأنزل اللّٰه تعالیٰ هذه الآيَةَ، فتحلَّلَ النّبيُّ ﷺ و أصحابُه رضی اللّٰه عنهم، ثُمّ رجعُوا و أتَوا من قابلٍ و قَضَوا عمرتَهم، هذا هو الأصل فی باب الإحصار (١٧١)

یعنی، جان لے کہ آیہ کریمہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی، جب ٦ ہجری میں مدینہ منورہ سے نکلے اور انہوں نے مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہوتے وقت عمرہ کا احرام باندھا اور آئے یہاں تک کہ حدیبیہ میں اُترے تاکہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں، تو قریش نے انہیں اِس سے روک دیا اور مکہ مکرمہ داخل ہونے نہ دیا یہاں تک کہ اُن کی طرف سہیل بن عمرو آیا، پس انہوں نے اِس بات پر مصالحت کی کہ نبی کریم ﷺ مدینہ شریف لوٹ جائیں اور اگلے سال تشریف لائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احرام کھول دیئے، پھر لوٹ گئے اور آئندہ

١٧١۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی المُحصَر، ص ٩٤٠

سال آئے اور اپنے عمرے قضاء کئے، یہی بابِ اِحصار میں اصل ہے۔

اِسی پر علماء کرام نے یہ مسئلہ تحریر کیا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا أُحـصِـرَ الـمـحـرمُ بحجةٍ أو عمرةٍ، و أرادَ التّحلُّلَ، و يجبُ عـليه أن يبعثَ الهديَ أو يبعثَ ثمنَ الهديِ ليشتريَ به الهديَ، و يـأمُـرُ أحـداً بذلك فيذبحُ عنه في الحَرمِ، و يجبُ أن يُوَاعِدَهُ يـومـاً معـلُوماً يذبحُ فيه حتّٰى يعلَمَ وقتَ إحلالِهِ و إذا ذَبحَ في الحَرمِ حَلَّ، ملخصاً (۱۷۲)

یعنی، جب حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والا محصر ہو جائے اور احرام کھولنے کا ارادہ کرے اور اُس پر واجب ہے کہ ہدی بھیجے یا ہدی کی قیمت بھیجے کہ جس سے ہدی خریدے اور (جسے قیمت بھیجی ہے) اُسے اس کا (یعنی ہدی خریدنے کا) حکم دے، پس وہ اُس کی طرف حرم میں ذبح کرے، اور واجب ہے کہ اُس سے دن(۱۷۳) معلوم کا وعدہ کر لے کہ جس دن میں وہ ذبح کرے تا کہ احرام کھولنے کا وقت معلوم ہو اور

۱۷۲۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الإحصار، فصل: فی بعث الهدی، ص۴۵۸، ۴۵۹

۱۷۳۔ مُحصَر بالحج ہو یا مُحصَر بالعُمرہ دَم کا جانور دس ذوالحجہ کو ذبح کرنا لازم نہیں ہے کسی بھی تاریخ میں ذبح کیا جا سکتا ہے چنانچہ امام حسن بن منصور قاضیخان حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں: و يـجـوزُ ذَبـحَ هَـديِ الإحـصَـارِ قبلَ يومِ النَّحرِ في العُمرةِ والحَجِّ جميعاً في قولِ أبي حنيفةَ رحمه الله تعالىٰ (فتـاویٰ قـاضیخان، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ۱/۳۰۶) یعنی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق حج اور عمرہ دونوں میں یوم نحر سے قبل ہدیٔ اِحصار ذبح کرنا جائز ہے۔ اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک حج میں یوم نحر سے قبل ذبح جائز نہیں۔ (فتـاویٰ قـاضیخان، كتـاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ۱/۳۰۶) اِس لئے اختلاف سے نکلنے کے لئے افضل یہ ہے کہ حج میں دس ذوالحجہ سے قبل ذبح نہ کرے اور اگر کرتا ہے تو امام اعظم کے قول کے مطابق درست ہو جائے گا۔

جب جانور حرم میں ذبح ہو جائے تو وہ (مُحصَر) احرام سے فارغ ہو گیا۔

اِحصار جس طرح حج میں ہوتا ہے اِسی طرح عمرہ میں بھی ہو سکتا ہے، لوگوں کا یہ گمان غلط ہے کہ اِحصار صرف حج میں ہوتا ہے چنانچہ امام حاکم شہید لکھتے ہیں:

و الـمـحـصَـرُ بالعُمرةِ يواعدُهم يوماً يُذبحُ فيه الهديُ عنه، فإذا ذُبِحَ حلَّ و عليه عمرةٌ مكانها (۱۷۴)

یعنی، مُحصر بالعُمرہ اُن سے اُس دن کا وعدہ لے کہ جس دن میں ہدی (جانور) اُس کی طرف سے ذبح کیا جائے، پس جب ذبح ہو جائے تو احرام کھول دے اور اُس پر اُس کی جگہ عمرہ لازم ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اِحصار عمرہ میں بھی ہوتا اور فقہاء کرام نے صراحۃً بھی اِس کا ذِکر کیا ہے، چنانچہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ کے حوالے سے علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و فی "الهداية": فالإحصَارُ عن العُمرةِ يَتحقّقُ عندنا (۱۷۵)

یعنی، "هـدايـه" (۱۷۶) میں ہے کہ ہمارے نزدیک اِحصار عمرہ سے بھی متحقق ہوتا ہے۔

اور عمرہ کا احرام باندھنے والا اگر مُحصَر ہو جائے تو اُس کے لئے زوالِ اِحصار تک احرام میں رُکنا جائز ہے جیسا کہ مُحصَر بالحج کے لئے کیونکہ عمرہ فوت نہیں ہوتا اُس کا وقت پورا سال ہے سوائے پانچ ایام کے، چنانچہ علامہ ابومنصور کرمانی لکھتے ہیں:

الـعُـمـرةُ لا تفوتُ، فإنَّها جائزة في جميعِ السَّنةِ إلّا خمسةِ أيّامٍ

۱۷۴۔ الكافی للحاكم (فی ضمن كتاب الأصل)، كتاب المناسك، باب المُحصر، ۲/۳۸۶

۱۷۵۔ الفتاوی التاتارخانيّة، كتاب الحجّ، الفصل الحادی عشر: فی الإحصار، ۲/۴۰۱

۱۷۶۔ الهـداية، كتـاب الـحـجّ، باب الإحصار، تحت قوله: و على المحصَر بالعمرة القضاء، ۱۔۲/۲۱۴، و فيـه: و الإحـصـارُ عنها يَتحقّقُ عندنا و قال مالكٌ رحمه الله: لا يتحقّقُ لأنّهـا لا تَتوَقّتُ، یعنی ہمارے نزدیک اُس سے احصار متحقق ہوتا ہے اور امام مالک نے فرمایا: متحقق نہیں ہوتا کیونکہ عمرہ مؤقّت نہیں ہے۔

فإنّه یکرہُ ذلك (۱۷۷)

یعنی، عمرہ فوت نہیں ہوتا، پس وہ پورے سال جائز ہے سوائے پانچ دنوں کے کہ اُن میں مکروہ (تحریمی) (۱۷۸) ہے۔

اور وہ پانچ دن یوم عرفہ، عید الضحیٰ کا دن، اور عید کے بعد کے تین دن یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وقت جوازِ عمرہ در ایام سال است الّا آنکہ مکروہ است تحریماً انشاءِ احرام عمرہ در ایام خمسہ اعنی روز عرفہ و روزِ عید نحر، و ایام تشریق ثلاثہ بعد از عید نحر (۱۷۹)

یعنی، عمرہ کا وقت سال کے تمام دن ہے مگر یہ کہ پانچ ایام میں انشاءِ احرام عمرہ مکروہ تحریمی ہے، پانچ ایام سے میری مراد یوم عرفہ، یوم عید نحر اور عید نحر کے بعد تشریق کے تین دن۔

اور جو مشقت پر صبر کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ زوالِ احصار تک احرام کی پابندی میں رہ سکتا ہے اور جب احصار زائل ہو جائے تو عمرہ ادا کر کے احرام کھول دے اس صورت میں اُس پر جانور ذبح کرنا لازم نہیں آتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أمّا إذا صبرَ علی تحمُّلِ مُشقّةِ إحرامِهِ حتّی یرتفِعَ المانعُ فیتحلّلُ بأفعالِ الحجّ و العُمرةِ فلا یجبُ علیه الهدی أی: إذا کان مُحرِماً بهما (۱۸۰)

یعنی، مگر جب احرام کی مشقت اُٹھانے پر صبر کرے یہاں تک کہ مانع

۱۷۷۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی فوات الحج، ۲/۹۳۸

۱۷۸۔ ہم نے مکروہ کو تحریمی کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اگلی عبارت میں اِس کی تصریح مذکور ہے۔

۱۷۹۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب دو ازدهم: در ذکر أحکام عمرہ، فصل اول: در بیان فضل عمرہ ووقت آن، ص۳۳۱

۱۸۰۔ لُباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، فصل: فی بعث الهدی، ص٤٦١

اُٹھ جائے، پس افعالِ حج اور عمرہ کے ساتھ احرام سے فارغ ہو تو اُس پر ہدی واجب نہیں ہے یعنی جب اُس نے دونوں کا احرام باندھا ہو۔ (۱۸۱)

اور اگر احرام کی مشقت اُٹھانے پر صبر نہ کرے اور احرام کھولنا چاہے تو اُس کے لئے بیان کردہ طریقے کے مطابق احرام کھولنا جائز ہے چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

أنّ المحرمَ بالعُمرةِ إذا أُحصِرَ جاز له التّحلُّلُ کما فی الحجّ (۱۸۲)

یعنی، بے شک مُحرِم بالعُمرہ جب مُحصَر ہو جائے تو اُس کے لئے (حرم میں ہدی ذبح کروانے کے بعد) احرام کھولنا جائز ہے جیسا کہ حج میں (جائز ہے)۔

ہم نے اُوپر ذِکر کیا کہ مُحصَر کو احرام کھولنے کے لئے دَم دینا ہوگا جو سرزمین حرم پر ذبح ہو کیونکہ بغیر اِس کے اُس کا احرام نہیں کُھل سکتا چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فلا یتحلّلُ عندنا إلّا بالدّم، "نهایة"، و لا یَقومُ الصّومُ و الإطعامُ مقامَهُ، "بحر" (۱۸۳)

یعنی، ہمارے نزدیک وہ احرام سے فارغ نہ ہوگا مگر دَم دینے سے، "نہایہ" اور روزہ رکھنا اور کھانا کھلانا دَم کے قائم مقام نہ ہوں گے۔ "بحر الرائق" (۱۸٤)

اِس لئے اگر جانور نہ پائے تو ہمیشہ حالتِ احرام میں ہی رہے گا چنانچہ لکھتے ہیں:

فإن عجَزَ عنه و عن الهَدیِ یَبقی مُحرِماً أبداً قال فی "الفتح":

۱۸۱۔ اور اگر صرف حج کا احرام باندھا ہے تو صرف حج کے افعال ادا کر کے فارغ ہوگا اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا ہو تو عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے فارغ ہوگا۔

۱۸۲۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی المحصر، ۲/۹٤۷

۱۸۳۔ ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: فإن لم یجد، ٤/٦

۱۸٤۔ البحر الرّائق، کتاب الحج، باب الإحصار، تحت قوله: لمن أُحصر بعدو إلخ، ۳/۹۷

هذا هو المذهبُ المعروفُ (١٨٥)

یعنی، پس اگر ادائیگی اور ہدی سے عاجز ہو جائے تو ہمیشہ مُحرِم باقی رہے گا، "فتح القدیر" (١٨٦) میں فرمایا کہ یہی مذہب معروف ہے۔

دوسری صورت یہی ہے حج کا احرام ہو یا عمرہ کا جب قدرت پائے اور حج کو پہنچ سکتا ہو تو حج کے احرام میں حج ادا کر کے احرام اُتارے ورنہ عمرہ ادا کر کے احرام اُتارے اور عمرہ کے احرام میں عمرہ ادا کر کے چنانچہ امام قاضیخان حسن بن منصور اُوزجندی لکھتے ہیں:

المُحصَر إذا لم یَجِد الهدیَ، فهو مُحرِمٌ إلی أن یَجِدَ أو یَطوفَ و یسعی بین الصَّفا و المروةِ و یَحلقَ (١٨٧)

یعنی، مُحصَر جب ہدی نہ پائے تو وہ مُحرِم ہے یہاں تک کہ ہدی پائے یا طواف اور صفا و مروہ کے مابین سعی کرے اور حلق کروائے۔

اور ہم نے دن کے تعیّن کا ذکر کیا ہے اِس کا فائدہ یہ ہے کہ اُسے وقتِ تحلّل معلوم ہو جائے جیسا کہ "لُباب" میں گزرا اور وقت کا تعیّن بھی ضروری ہے تا کہ احرام کھولنا ذبح سے قبل واقع نہ ہو جائے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

لا بدّ أیضاً مِن تعیینِ وقتِه من ذلك الیوم إذا أراد التّحلُّلَ فیه لئلّا یقعَ قبل الذّبح (١٨٨)

یعنی، اُس دن وقت مُتعیّن کرنا بھی ضروری ہے جس دن میں احرام کھولنے کا ارادہ رکھتا ہے تا کہ ذبح سے قبل احرام کھولنا واقع نہ ہو جائے۔

١٨٥ـ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، کتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: أو یتحلّل بطوافٍ، ٤/٧

١٨٦ـ فتح القدیر، کتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: و إلیه، ٣/٥٣ـ أیضاً المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، فصل: فی بعث الهدی، ص ٤٦١

١٨٧ـ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندیة، کتاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ١/٣٠٦

١٨٨ـ ردُّ المحتار علی الدُّرّ المختار، کتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قول التنویر: عیّن یوم الذّبح، ٤/٧

یاد رہے کہ صرف جانور یا قیمت حرم میں ادا نہ کرنے سے احرام نہ کھولے گا، اِسی طرح جانور کے حرم پہنچ جانے پر بھی احرام نہ کھولے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لا یحلُّ ببعثِ الهَدیِ و لا بوُصُولِه إلی الحَرمِ (١٨٩)

یعنی، ہدی بھیجنے سے احرام سے فارغ نہ ہوگا اور نہ اُس کے حرم پہنچنے سے۔

اور احرام کھولنے کے لئے حلق ضروری نہیں، کر لے تو اچھا ہے ورنہ ممنوعاتِ احرام میں سے کسی بھی ممنوع کا ارتکاب کافی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا عَلِمَ أنّه قد ذُبِحَ هدیَه بالحرمِ و أرادَ أن یتحلَّلَ بفعلِ أدنی ما یَحظرهُ من الإحرامِ لا یجبُ علیه الحَلقُ و إن فعَلَه فحسنٌ (١٩٠)

یعنی، مُحصَر کو جب معلوم ہو جائے کہ اُس کا جانور حرم میں ذبح کر دیا گیا ہے اور وہ اُن افعال میں سے جو احرام میں ممنوع ہیں ادنیٰ فعل کے ساتھ احرام سے فارغ ہونے کا ارادہ کرے، اُس پر حلق (یا تقصیر) واجب نہیں ہے اور اگر (حلق) کر لے تو اچھا ہے۔

اور اگر حرم میں اُس کی طرف سے جانور ذبح ہونے سے قبل ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا اور وہ جانتا ہے کہ اِس طرح ممنوعات کا ارتکاب میرے لئے جائز نہیں ہے تو جانور کے ذبح ہونے سے قبل جتنے جُرم اُس سے سرزد ہوئے اُتنے کفّارے اُس پر لازم ہوں گے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ٨٦١ھ لکھتے ہیں:

و قوله: "ثُمَّ تحلَّلَ": یُفیدُ أنّه لا یتحلَّلُ قبلَه حتّی لو ظنَّ المُحصَرُ أنَّ الهَدیَ قد ذُبِحَ فی یومِ المَواعدِ ففَعَلَ مِن المَحظُوراتِ الإحرام، ثُمَّ ظَهَرَ عدمُ الذَّبحِ إذ ذاك کان علیه موجبُ الجِنایةِ، کذا لو ذُبِحَ فی الحِلِّ علی ظنِّ أنه ذُبِحَ فی

١٨٩ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الإحصار، فصل: فی بعث الهدی، ص ٤٥٨

١٩٠ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الإحصار، فصل: فی التحلّل، ص ٤٦٤

الحَرمِ (۱۹۱)

یعنی، مُصنّف کا قول کہ ''پھر احرام کھولے'' اِس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ وہ اِس سے قبل احرام سے نہ نکلے گا یہاں تک کہ اگر مُحصَر نے گُمان کیا کہ اُس کا ہدی وعدے کے روز ذبح کر دیا گیا ہے پس اُس نے محظوراتِ احرام کا ارتکاب کیا، پھر ذبح نہ ہونا ظاہر ہوا تو اُس وقت اُس پر موجب جنایت لازم ہے، اِسی طرح حِل میں ذبح ہو اِس گُمان پر کہ حرم میں ذبح ہوا ہے۔

اور علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸٦ھ (۱۹۲) اور علامہ جلال الدّین خوارزمی کرلانی حنفی (۱۹۳) لکھتے ہیں:

إذا ظنّ المُحصَر به ذُبِحَ هَديُهُ، ففعَل ما يَفعلُ الحَلالُ، ثُمَّ ظَهَرَ أنّه لم يُذبَح كان عليه ما على الذى ارتكبَ مَحظُوراتَ الإحرام لبقَاءِ إحرَامِه، كذا ذكرهُ الإمام قاضيخان رحمه الله

یعنی، جب مُحصَر نے اپنے ہدی کے ذبح ہونے کا گُمان کیا پس اُس نے وہ کیا جو غیر مُحرِم کرتا ہے، پھر ظاہر ہوا کہ ذبح نہیں ہوا تو اُس پر احرام کے باقی ہونے کی وجہ سے وہ لازم ہے جو اُس پر لازم آتا ہے جو محظوراتِ احرام کا ارتکاب کرے، اِسی طرح امام قاضیخان رحمۃ اللہ علیہ نے ذِکر کیا ہے۔ (۱۹٤)

اور علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

۱۹۱۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: وواعد، ۳/۵۳
۱۹۲۔ العِنَاية، على هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: يقال له: ابعث إلخ، ۳/۵۳
۱۹۳۔ الكفاية، على هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: و وَاعَدَ مَن إلخ ۳/۵۳
۱۹٤۔ "فتاویٰ قاضیخان" کی فصل: فی الإحصار میں یہ مسئلہ نظر نہیں آیا۔

و لو ظَنَّ أنّه ذُبِحَ ظَهرَ خِلافُه فعليه ما ارتكبَ مِنَ المَحظُوراتِ الجزاءُ (۱۹۵)

یعنی، اگر گُمان کیا کہ جانور ذبح ہو گیا ہے ظاہر اُس کا خلاف ہوا تو اُس پر اُن محظوراتِ احرام کی جزاء لازم ہے جن کا اُس نے ارتکاب کیا۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱٦۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

إنْ حلّ فی یومِ وَعدِهِ علی ظَنّ أنّه ذُبِحَ هَدیُهُ عنه فی ذلك الیَومِ، ثم عَلِمَ أنّه لم یَذبَحهُ، کان مُحرِماً و علیه دمٌ لإحلالِه قبلَ وَقتِه (۱۹٦)

یعنی، اگر وعدے کے دن اِس گُمان پر احرام سے نکل گیا کہ اُس کا جانور اُس کی طرف سے اُس دن ذبح ہو گیا ہے پھر معلوم ہوا کہ ذبح نہیں ہوا تو وہ مُحرم ہے اور اُس پر وقت سے قبل احرام سے نکلنے کا دَم لازم ہوگا۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو ظنَّ ذَبحَه فَفعلَ کالحَلالِ فظَهَرَ أنّه لم یَذبحْ أو ذَبَحَ فی حلٍّ لزِمَه جزاءُ ما جَنَی (۱۹۷)

یعنی، پس اگر اُس کے ذبح ہونے کا گُمان کیا پھر اُس نے غیر مُحرِم کی طرح کام کئے پھر ظاہر ہوا کہ اُس نے ذبح نہیں کیا یا حِل میں ذبح کیا ہے تو اُس نے جو جُرم کئے اُن کی جزاء لازم ہے۔

اِس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أی: یَتعدَّدُ بتَعدُّدِ الجنَایات، ط (۱۹۸)

۱۹۵۔ لُباب المناسك مع شرحه، باب الإحصار، فصل: فی التّحلّل، ص ٤٦۵
۱۹٦۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّانی عشر: فی الإحصار، ۱/۲۵۵
۱۹۷۔ الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: بلا حلق و تقصير، ص ۱۷۲
۱۹۸۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: لزمه جزاء ما جنی، ٤/۸

یعنی، جرائم کے متعدّد ہونے سے جزائیں متعدّد ہوں گی۔

"طحطاوی" (۱۹۹)

علامہ شامی "طحطاوی" کے حوالے سے اِسے ذِکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلتُ: لم أرَ مَن صرّحَ بذلك، نعم هو ظاهرُ كلامهم (۲۰۰)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اِس کی تصریح کی ہو، ہاں فقہاءِ کرام کے کلام کا ظاہر یہی ہے۔

اب وہ جو ہدی حرم میں ذبح کروائے بغیر احرام کی پابندیاں چھوڑ دے اور یہ جانتا ہو کہ اِس طرح سے میں احرام سے نہیں نکلوں گا وہ حرم میں جانور بھیجے جو اُس کی طرف سے ذبح ہو جب تک اُس کی طرف سے جانور ذبح نہیں ہوتا احرام پر جتنی جنایتیں کرے گا اتنے کفّارے اُس پر لازم ہوں گے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ذِکر کردہ عبارات سے ظاہر ہے اور گناہ الگ ہوگا جس کے لئے اُس پر توبہ لازم ہے۔

اب وہ شخص جو دم دیئے بغیر احرام کی پابندیاں ترک کر دیتا ہے اور اپنی جہالت سے یہ سمجھتا ہے کہ میرا احرام اُتر گیا تو اُس شخص کے لئے عباراتِ فقہاء سے جو ظاہر ہے، وہ یہی ہے کہ اُس شخص پر دَم کے ذبح ہونے سے قبل جتنے جُرم ہوں اتنی جزائیں لازم ہوں، لیکن علامہ شامی کی عبارت سے اِس کی تائید ہوتی ہے کہ تمام جرائم کا ایک ہی کفّارہ کافی ہو اور وہ عبارت یہ ہے:

و لیُنظَر الفرقُ بینه و بین ما مرَّ من أنَّ المُحرِمِ لو نَوَی الرَّفضَ ففَعلَ كالحَلالِ علی ظَنِّ خُروجِه من الإحرامِ بذلك لَزِمَهُ دمٌ واحدٌ لجَمیعِ ما ارتكبَ، لاستنادِ الكُلِّ إلی قصدٍ واحدٍ، و

۱۹۹۔ حاشیة الطَّحاوی علی الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: لزمه جزاءُ ما جنی، ۱/۵۴۴

۲۰۰۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: لزمه جزاء ما جنی، ۴/۸

علّلُوا ذلك بأنَّ التَّأویلَ الفاسِدَ مُعتبَرٌ فی دفعِ الضَّماناتِ الدُّنیویَّة كالباغی إذا أتلَفَ مالَ العادلِ أو قتلَهُ، و لا یخفی استنادُ الكُلِّ هنا إلی قصدٍ واحدٍ أیضاً، و كذا قال بعض مُحشِّی الزّیلعیِّ: یَنبغِی عدَمُ التّعدُّدِ هنا أیضاً (۲۰۱)

یعنی، چاہئے کہ اِس میں اور اُس میں جو گزرا فرق دیکھا جائے کہ مُحرِم اگر احرام کھولنے کی نیّت کرلے پس وہ اُس نے احرام سے نکل جانے کے گمان میں غیر مُحرِم کی مثل کام کئے تو اُس پر کُل کے ایک قصد کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے جمیع جرائم کے ارتکابات کا ایک دَم لازم ہوگا، اور اِس کی تعلیل یہ کی کہ ضماناتِ دنیویہ کے دفعیہ میں فاسد تاویل معتبر ہے، جیسے باغی جب عادل کا مال تلف کر دے یا اُسے تلف کر دے اور یہاں (مُحصَر کے مسئلے میں) بھی مخفی نہیں ہے کہ کُل کا استناد ایک قصد کی جانب ہے اور اِسی لئے "زیلعی" کے بعض حاشیہ لکھنے والوں نے فرمایا: یہاں بھی (جزاؤں کا) عدمِ تعدُّد ہونا چاہئے۔ (۲۰۲)

اور اگر حج کا احرام باندھا تھا تو حج اور عمرہ دونوں کی قضاء لازم آئے گی، دونوں کے لُزوم کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام حسن بن منصور بن ابی القاسم قاضیخان متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و إن كان مُحرِماً بحجّةٍ فعلَیه حجّةٌ و عمرةٌ، أمّا قضاء الحجّ، فإن كان ذلك حجّة الإسلام فعلیه أداؤُها، و إن كان مُحرِمًا

۲۰۱۔ ردّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: لَزِمَهُ جزاءُ ما جَنَی، ۴/۸

۲۰۲۔ علامہ شامی نے اِس مسئلہ کو باب الجنایات میں اور دو مقامات پر بھی ذِکر کیا ہے، ایک جگہ "تنویر الأبصار" کی عبارت فأحرم بالحج رفضة اور "در مختار" کی عبارت "وُجوباً بالحلق" کے تحت (مطلب: لا یجب الضّمان بكسر آلات اللّهو، ۳/۷۱۴) اور دوسری جگہ "تنویر الأبصار" کی عبارت "و بترك أكثره بقی مُحرماً حتی یطوفَ" اور "در مختار" کی عبارت "إلا أن یقصد الرّفض"، کے تحت (۳/۶۶۵)

بحجّةِ التّطوُّعِ عليه قضاؤُها، لأنّه خرَجَ منها بعد صحّةِ الشُّروعِ فيها، و أمّا قضاءُ العُمرةِ، فلأنّه لمّا عَجزَ عن الحجّ بعد الشُّروعِ صَار كفائتِ الحَجّ، و فائتُ الحجّ تَلزَمُه العمرةُ فكان عليه قضاءُ العمرةِ (٢٠٣)

یعنی، اگر حج کا احرام باندھنے والا ہے تو اُس پر حج اور عمرہ لازم ہے، مگر حج کی قضاء پس اگر وہ حجۃ الاسلام ہے تو اُس پر اُس کی ادائیگی لازم ہے اور اگر نفلی حج کا احرام باندھنے والا ہے تو اُس پر اُس کی قضاء لازم ہے کیونکہ وہ اُس سے اُس میں صحتِ شروع کے بعد نکلا ہے، مگر عمرہ کی قضاء وہ اس لئے کہ جب حج (کے احرام کے ذریعے اس) میں شروع کے بعد حج سے عاجز ہو گیا تو وہ حج فوت کرنے والے کی مثل ہو گیا اور حج فوت کرنے والے پر عمرہ لازم آتا ہے تو اس پر (حج کے ساتھ) عمرہ کی قضاء لازم آ گئی۔

اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو صرف عمرہ کی قضاء لازم آئے گی چنانچہ امام حسن بن منصور بن أبی القاسم اُوزجندی لکھتے ہیں:

ثُمّ إن كان مُحرماً بالعمرةِ عليه قضاءُ العُمرةِ إذا قدَرَ (٢٠٤)

یعنی، پھر اگر عمرہ کا احرام باندھا ہے تو اُس پر عمرہ کی قضاء لازم ہے جب (ادائیگی پر) قادر ہو۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

فإن كان مُفرداً بالعُمرةِ فعلَيه عُمرةٌ مكانَها (٢٠٥)

یعنی، پس اگر مفرد بالعمرہ ہے تو اس پر عمرہ کی جگہ عمرہ لازم ہے۔

٢٠٣ـ فتاویٰ قاضیخان، علی هامش الهندية، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ٣٠٥/١
٢٠٤ـ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندية، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ٣٠٥/١
٢٠٥ـ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّانی عشر: فی الإحصار، ٢٥٥/١

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ١٦ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ٢٢ نوفمبر ٢٠١٠م 690-F

جدّہ سے براستہ مکہ طائف جانے والے کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جدّہ سے طائف جانے کے لئے جو راستہ استعمال ہوتا ہے وہ حُدودِ حرم سے ہو کر گزرتا ہے۔ جو شخص اِس راستہ سے طائف جائے تو اُس پر احرام لازم ہو گا یا نہیں؟ جب کہ اُس کا ارادہ طائف جانے کا ہے۔

(السائل: محمد احمد، جمشید روڈ، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ جدّہ میقات کے اندر حِل واقع ہے، اور حِل کا رہنے والا بلا احرام مکہ مکرمہ آ سکتا ہے جب کہ وہ حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وَ لهُم دُخولُ مكّةَ بغيرِ إحرامٍ إذا لم يُريدُوا نُسُكا وإلاّ فيَجبُ (٢٠٦)

یعنی، اُن (اہلِ حِل) کے لئے بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز ہے جب وہ کسی نُسک (حج وعمرہ) کا ارادہ نہ رکھتے ہوں، ورنہ واجب ہے۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

وَ مَن كان داخلُ الميقاتِ كَالبُستانی لَه أن يدخُلَ مكّةَ لحاجةٍ بلا إحرامٍ إلّا إذا أرادُ النُّسُكُ (٢٠٧)

یعنی، اور جو شخص میقات کے اندر ہے جیسا کہ باغ والا تو اُس کے لئے کسی کام کی غرض سے بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے مگر جب وہ نُسک (یعنی حج یا عمرہ) کا ارادہ رکھتا ہو (تو احرام لازم ہوگا)۔

٢٠٦ـ لُباب المناسك، باب المواقيت، فصل: فی الصِّنف الثّانی، ص ٩٢
٢٠٧ـ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّانی: فی المواقيت، ٢٢١/١

اورعلامہ قاضی جمال الدین احمد بن محمود غزنوی حلبی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و من كان أهلُه داخلَ المواقيت، جَازَ له دخولُ مكة بغير إحرام (۲۰۸)

یعنی، جس کا گھر مواقیت کے اندر ہے، اُس کے لئے بلا احرام مکہ داخل ہونا جائز ہے۔

لہٰذا جب جدہ رہنے والے کو حج یا عمرہ کے ارادے کے بغیر بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز ہے تو حدودِ حرم سے گزرنا بطریق اَولیٰ جائز ہوگا۔ اِس لئے اِس شخص پر کوئی دم یا صدقہ اور کوئی گناہ لازم نہیں ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲ رمضان المبارك ۱٤۳۳ھ، ۲۲ یولیو ۲۰۱۲ م 798-F

جدّہ میں رہنے والے کا حجِ قران

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو جدّہ میں نوکری کرتا ہے اُس نے جدّہ سے حجِ قران کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ آیا اور عمرہ ادا کیا اور منیٰ روانہ ہوگیا پھر نو ذوالحجہ کو عرفات میں وُقوف بھی کر لیا، اب سوال یہ ہے کہ اُس کا حج درست ہوگا یا نہیں اور حجِ قران کی قربانی اُس پر لازم ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، از جدہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا حج درست ہو جائے گا اور اُس پر دَم جبر لازم ہوگا نہ کہ دَم شُکر یعنی دس ذوالحجہ کو حجِ قران وتمتّع میں جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد جو قربانی واجب ہوتی ہے اُسے ''دَم شُکر'' کہتے ہیں اور اُس کی قربانی ''دَم جبر'' ہوگی اور اُس نے حجِ قران کا احرام باندھ کر بُرا کیا کیونکہ حج کی تین قسمیں ہیں حجِ قِران، حجِ تمتّع اور حجِ افراد، آفاقی تینوں میں سے کسی کا بھی احرام باندھ سکتا ہے اور مکی اور

۲۰۸۔ الحَاوِی القُدسی، کتاب الحجّ، باب الإحرام، فصل، ۱/۳۲٤

میقاتی اور حل کا رہنے والا صرف حجِ افراد کا باندھے گا، اُن کے حق میں قِران اور تمتّع مشروع نہیں ہیں چنانچہ علامہ علاؤالدین محمد بن احمد سمرقندی حنفی متوفی ۵۳۹ھ لکھتے ہیں:

المُتعةُ و القِرانُ مَشرُوعَانِ فی حقِّ أهلِ الآفاقِ، فأمّا فی حقِّ حَاضری المَسجِدِ الحَرامِ و هُم أهلُ مكّةَ، و أهلُ دَاخِلِ المَوَاقِيتِ: فَمَكرُوهٌ (۲۰۹)

یعنی، تمتّع اور قِران اہلِ آفاق کے حق میں مشروع ہیں مگر اہلِ مکہ اور مواقیت کے اندر رہنے والوں کے حق میں مکروہ ہیں۔

اور علامہ حسن بن منصور بن ابی القاسم اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و كما لا قِرانَ لأهلِ مكّةَ و مَن كان فی معنَاهُم، لا مُتعةَ لهم (۲۱۰)

یعنی، جیسا کہ اُن کے لئے جو مکہ میں رہتے ہیں اور وہ جو اُن کے معنی میں ہیں (۲۱۱) حجِ قران (مشروع) نہیں ہے (اسی طرح) اُن کے لئے حجِ تمتّع نہیں ہے۔

اور علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ (۲۱۲) اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت (۲۱۳) نے لکھا کہ:

و ليس لأهلِ مكّةَ تمتّعٌ و لا قِرانٌ و إنّما لهم الإفرادُ خاصةً،

یعنی، اہلِ مکہ کے لئے نہ تمتّع (مشروع) ہے اور نہ قِران اور اُن کے لئے صرف خاص طور پر حجِ افراد (مشروع) ہے۔

۲۰۹۔ تُحفةُ الفُقَهاء، كتاب الحجّ، باب الإحرام، و أمّا المتمتّع، ص ۲۰٤

۲۱۰۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندية، كتاب الحجّ، فصل: فی التّمتّع، ۱/۳۰٤

۲۱۱۔ وہ لوگ جو میقات پر یا حرم اور میقات کے مابین رہتے ہیں یا حدودِ حرم میں مکہ سے باہر رہتے ہیں سب کے سب مکی کے معنی میں ہیں۔

۲۱۲۔ بدايةُ المُبتَدِی، كتاب الحجّ، باب التّمتّع، ۱۔۲/۱۹۱

۲۱۳۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب التّاسع: فی القران و التّمتّع، ۱/۲۳۹، دار المعرفة (۱/۳۰٤، دار الفكر)

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

وفی "التَّجرِید": و لیس لأهلِ مکّةَ و لا لأهلِ المواقیتِ تمتّعٌ، و لا قِرانٌ (٢١٤)

یعنی، اور "تـجـریـد" (۲۱۵) میں ہے کہ اہلِ مکہ کے لئے اور نہ اہلِ مواقیت کے لئے تمتّع (مشروع) ہے اور نہ قِران۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و لیس لأهلِ مکّةَ و مَن هو داخلُ المیقاتِ قرانٌ و لا تمتّعٌ، و إنّما لهم الإفرادُ فحسبُ (٢١٦)

یعنی، اہلِ مکہ اور وہ جو میقات کے اندر رہتے ہیں اُن کے لئے نہ قِران (مشروع) ہے اور نہ تمتّع، اور اُن کے لئے صرف افراد (مشروع) ہے اور بس۔

اور امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

اعلـم أنّ أهلَ مکّةَ و مَن کان داخلَ المیقات لا تمتّعَ لهم و لا قِرانَ عند أبی حنیفةَ و أصحابِه (٢١٧)

یعنی، جان لے کہ بے شک اہلِ مکہ اور وہ جو داخلِ میقات ہیں اُن کے لئے نہ تمتّع (مشروع) ہے اور نہ قران، امام ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب کے نزدیک۔

٢١٤۔ الفتاویٰ التّاتارخانیّة، کتاب الحجّ، الفصل التّاسع: فی القران، ٣٩٥/١

٢١٥۔ التّجرید، کتاب الحجّ، مسألة: ٤٢٧، لیس لأهل مکة و أهل المواقیت تمتّع و لا قِران، ١٧٣٢/٤

٢١٦۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی القرآن و صفة أدائه، ٦٣٦/١

٢١٧۔ العِنَایة علی هامش الفتح، کتاب الحجّ، باب التّمتّع، تحت قوله: لیس لأهل مکّة تمتّع و لا قِران ٤٢٨/٢

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

لا قـرانَ لأهلِ مکّةَ و لا لأهلِ المواقیتِ و هُمُ الذین مَنزِلُهم فی نَفسِ المیقاتِ، و لا لأهلِ الحِلِّ و هُمُ الّذین بَینَ المواقیتِ و الحَرَمِ (٢١٨)

یعنی، اہلِ مکہ کے لئے قِران (مشروع) نہیں ہے اور نہ اہلِ مواقیت کے لئے اور اہلِ مواقیت وہ ہیں کہ جن کے گھر نفسِ میقات میں ہیں اور نہ اہلِ حِل کے لئے قِران (مشروع) ہے اور اہلِ حِل وہ ہیں جو مواقیت اور حرم کے مابین (رہتے) ہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی جماعت نے لکھا:

و کـذلك أهـلُ المواقیتِ، و مَن دُونها إلی مکّة فی حکم أهلِ مکّة، کذا فی "السّراج الوهّاج" (٢١٩)

یعنی، اِسی طرح اہلِ مواقیت ہیں (کہ اُن کے حق میں بھی قران و تمتّع مشروع نہیں) اور وہ جو میقات سے مکہ کی طرف (رہتے) ہیں وہ اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں، اِسی طرح "السّراج الوهّاج" (۲۲۰) میں ہے۔

یہ امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کا مذہب ہے جو حضرت علی، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کے موافق ہے چنانچہ امام اکمل الدین بابرتی لکھتے ہیں:

و إمـامُهـم فـی ذلك عـلـیٌّ، و عبدُ الله بنُ عباسٍ، و عبدُ الله بنُ عمرَ رضی الله عنهم (٢٢١)

٢١٨۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب القران، فصل: فی قران المکی، ص٢٩٦

٢١٩۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب التّاسع: فی القران و التّمتّع، ٢٣٩/٢

٢٢٠۔ اور یہ کتاب مطبوع نہیں ہے اور مخطوط کے دو نسخے ہمارے ہاں موجود ہیں اور دونوں میں کتاب الحج مفقود ہے۔

٢٢١۔ العِنَایة، علی هامش الفتح، کتاب الحجّ، باب التّمتع، تحت قوله: لیس لأهل مکة تمتّع و لا قِران، ٤٢٨/٢

یعنی، امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے اِس مسئلہ میں امام حضرت علی،
حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اِن کے حق میں قران اور تمتّع کی عدمِ مشروعیّت
مروی ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و صحّ عن عمرَ أنّه قال: لَیس لأهلِ مكّةَ تمتُّع و لا قِران (۲۲۲)

یعنی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے
فرمایا اہلِ مکہ کے لئے نہ تمتّع ہے اور نہ قران۔

اور اگر کوئی مکہ یا میقات یا حِل کا رہنے والا حج قران کا احرام باندھ لے تو اُسے لازم
ہے کہ وہ عمرہ چھوڑ دے اور صرف حج کرے اور عمرہ چھوڑنے کا دَم اور عمرہ کی قضا کرے چنانچہ
علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

و علیه أن یَرفضَ أحدَهما و علیه دمٌ (۲۲۳)

یعنی، اور اُس پر لازم ہے کہ وہ دونوں (حج وعمرہ) میں ایک کو چھوڑ دے
اور اُس پر دَم لازم ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و یَلزَمهُ رَفضُ العُمرةِ، فإذا رفضَها فعلیه دمُ الرَّفضِ (۲۲۴)

یعنی، اور اُسے عمرہ کو چھوڑنا لازم ہے، پس جب وہ اُسے چھوڑ دے تو
اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم لازم ہے۔

اور عمرہ چھوڑنے کا حکم اِس لئے ہے کہ عمرہ کے افعال کم ہیں اور اُس کی قضاء جلد ہو جاتی
ہے اور پھر اُس کی قضاء کا وقت پورا سال ہے چنانچہ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

فإن قَرنَ بَینهما أُمِرَ برَفضِ العُمرةِ علی کُلّ حالٍ و مَضَی فی

۲۲۲۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، باب التمتّع، تحت قوله: ولیس لأهل مكة إلخ، ۲/۴۲۸
۲۲۳۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی القران و صفة أدائه، ۱/۶۳۶
۲۲۴۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب القران، فصل: فی قران المكّی، ص۲۹۶

الحجّ، و إنّما ترفضُ العمرةُ لأنّ العمرةَ أقلُّ فِعلاً و أقربُ قَضاءً،
و لأنّ العُمرةَ تُقضَی فی جمیعِ السّنةِ (۲۲۵)

یعنی، پس اگر قران کر لے تو اُسے ہر حال میں عمرہ چھوڑنے کا حکم کیا
جائے گا اور حج کو پورا کرے گا، عمرہ اِس لئے چھوڑا جائے گا کیونکہ عمرہ
فعل کے اعتبار سے اقلّ ہے اور اُس کی قضاء بہت قریب ہے اور اِس
لئے کہ عمرہ پورے سال قضاء کیا جا سکتا ہے۔

اور اگر عمرہ نہیں چھوڑتا حج چھوڑ دیتا ہے تو اُس پر دَم کے ساتھ حج وعمرہ دونوں کی قضاء
لازم آتی ہے چنانچہ علامہ کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و لَو رَفضَ الحجَّ لزِمَهُ حجٌّ و عمرةٌ (۲۲۶)

یعنی، اور اگر حج چھوڑ دیتا ہے تو اُسے حج اور عمرہ لازم ہے۔

اور اگر وہ دونوں ادا کر لیتا ہے جیسا کہ سوال میں ذِکر کردہ شخص نے کیا تو وہ اسائت
کرنے والا ہے اور اُس پر ایک دَم لازم ہے جو کہ دَم جبر ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی حنفی
لکھتے ہیں:

و إن مَضَی علیهما حتی یَقضِیَهما أجزَأهُ و علیه دمٌ، للجَمعِ بَین
الإحرامَینِ فی وقتٍ غیر مشروعٍ فصَار جانیاً بالجَمعِ
لما مرّ (۲۲۷)

یعنی، اگر دونوں ادا کر لیتا ہے تو اُسے جائز ہو جائے گا اور اُس پر دو
احراموں (یعنی احرام حج وعمرہ) کے مابین غیر مشروع وقت میں جمع
کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہے، وہ احراموں کے مابین جمع کے سبب
جنایت کرنے والا ہو گیا۔

۲۲۵۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی حکم المكّی إذا قرن أو تمتّع، ۱/۶۸۲
۲۲۶۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی حکم المكی إذا قرن أو تمتّع، ۱/۶۸۲
۲۲۷۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی حکم المكی إذا قرن أو تمتّع، ۱/۶۸۲، ۶۸۳

اورعلامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فمَن قَرَن منهم كان مُسيئًا و عليه دمُ جبرٍ (٢٢٨)

یعنی، پس اُن میں سے (یعنی اہلِ مکہ یا اہلِ حِل یا اہلِ میقات میں سے) کسی نے قران کیا تو وہ اسائت کرنے والا ہے اور اُس پر دَم جبر لازم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حلق یا تقصیر سے قبل جو قربانی کرے گا وہ دَم شکر نہ ہوگا بلکہ دَم جبر ہوگا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی: كفّارة لإساءتِه حَتماً، لأنَّ قِرانَه غيرُ مسنونٍ، ليكونَ عليه دَمُ شُكرٍ (٢٢٩)

یعنی، اُس پر اسائت کی وجہ سے وُجوباً کفّارہ لازم ہے، کیونکہ اُس کا قران غیر مسنون ہے کہ اُس پر دَم شکر لازم ہو۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ١١ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١٨ نوفمبر ٢٠١٠م 687-F

کیا مدینہ شریف کے رہنے والے حجِ افراد کر سکتے ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم مدینہ شریف میں رہتے ہیں اور ہمیں حج کے لئے آنا ہے، ہمارا ارادہ ہے کہ ہم حج افراد کریں اور ہم نے حج کے مہینوں میں کوئی عمرہ نہیں کیا اور ہمارا وطن تو پاکستان ہے ہم مدینہ شریف میں کام کے سلسلے میں مقیم ہیں، کیا ہم حج افراد کا احرام باندھ سکتے ہیں یا نہیں جب کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میقات کے باہر رہنے والے حج افراد نہیں کر سکتے؟

(السائل: سید عبدالرحمٰن از مدینہ منورہ)

٢٢٨ـ لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب القران، فصل: فى قران المكى، ص٢٩٦

٢٢٩ـ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فى قران المكى، ص٢٩٦

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حجِ افراد آفاقی وغیر آفاقی دونوں کر سکتے ہیں، بعض عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ آفاقی حجِ افراد نہیں کر سکتا غلط ہے، علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثُمَّ الحجّ المفردُ يتحقّقُ من الآفاقى و غيرِ الآفاقى (٢٣٠)

یعنی، پھر حجِ مُفرد آفاقی وغیر آفاقی دونوں سے مُتحقّق ہوتا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز است افراد بحج یا عمرہ درحق مکی وآفاقی واما تمتّع وقران پس این ہردو وجہ منہی ست درحق مکی درمذہبِ حنفیہّ نہ درحق آفاقی (۲۳۱)

یعنی، حجِ افراد اور عمرہ مُفردہ مکی اور آفاقی دونوں کے حق میں جائز ہے، مگر حجِ تمتّع اور قران پس یہ دونوں حنفی مذہب میں مکی (اور میقاتی) کے حق میں ممنوع ہیں نہ کہ آفاقی کے حق میں۔ *

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ:

القِرانُ فى حقِّ الآفاقيِّ أفضلُ مِنَ التَّمَتُّعِ و الإفرادِ و التّمتُّع فى حقّهِ أفضلُ مِنَ الإفرادِ هذا هُو المذكورُ فى "ظَاهرِ الرِّوايَةِ"، هكذا فى "المحيط" (٢٣٢)

یعنی، آفاقی کے حق میں قران حجِ تمتُّع اور افراد سے افضل ہے اور تمتُّع اُس کے حق میں افراد سے افضل ہے، ''ظاہر الروایۃ'' میں یہی مذکور ہے، اِسی طرح "محیط" (۲۳۳) میں ہے۔

٢٣٠ـ المسالك فى المناسك، فصلٌ بعد فصلٍ: فى صفة الحجّ المفرد، ٣٧١/١

٢٣١ـ حيات القلوب فى زيارت المحبوب، باب اول: در بيان احرام، فصل سيوم: دربيان انواع احرام، ص٦٨

٢٣٢ـ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السّابعُ: فى القران التّمتُّع، ٢٣٩/١

٢٣٣ـ المحيط البرهانى، كتاب المناسك، الفصل التّاسع: فى القارن، ٦٧/٣

اورعلامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

أعلـم بـأنَّ القِـرانَ فی حقِّ الآفاقيِّ أفضلُ من التّمتُّعِ و الإفرَادَ، ...... و التَّمتُّعُ فی حقِّ الآفـاقيِّ أفضلُ من الإفرادِ، و هذا هو المذكورُ فی "ظاهرِ روايةِ" أصحابِنا، ملخصاً (۲۳٤)

یعنی، جان لے کہ حجِ قِران آفاقی کے حق میں تمتع اور افراد سے افضل ہے اور تمتع اُس کے حق میں افراد سے افضل ہے اور ہمارے اصحاب کی ''ظاہر روایت'' سے یہی مذکور ہے۔

اِن عبارات سے معلوم ہوا کہ آفاقی کے حق میں حجِ افراد جائز ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۸ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ١٤ نوفمبر ۲۰۱۰ م 686-F

مدینہ طیّبہ سے حجِ قِران کا حکم

استـفـتـاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک گروپ کے حاجی پاکستان سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے عمرہ ادا کیا کچھ روز مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کے بعد اُس گروپ کی مدینہ طیبہ روانگی ہوگئی، اب اُن کی مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ واپسی ہے اور حج کے ایام بھی قریب ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہم حجِ قران کا احرام باندھیں تو انہوں نے ایک مفتی صاحب سے اِس کے بارے میں جب پوچھا تو انہوں نے منع کر دیا کہ حجِ قران کا احرام نہیں باندھ سکتے، اور اِس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یہ لوگ مدینہ طیبہ سے حجِ قران کا احرام باندھ سکتے ہیں کیونکہ حجِ قِران کی تعریف یہ ہے کہ حاجی میقات سے عمرہ اور حج کا ایک

۲۳٤۔ الفتاوی التّاتارخانیّة، کتاب الحجّ، الفصل التّاسع: فی القارن، ۳۹۳/۳

ساتھ احرام باندھے جیسا کہ "مختصر القدوری" (۲۳۵)، "کنزُ الدّقائق" (۲۳٦)، "وقایةُ الرّوایة" (۲۳۷)، "مجمعُ البحرَین" (۲۳۸) اور "المختار الفتوی" (۲۳۹) وغیرہا کتُون میں مذکور ہے۔

اور اِس سے صاف ظاہر ہے کہ حجِ قِران کے لئے میقات سے عمرہ وحج دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا شرط ہے، اِس لئے جب یہ لوگ مدینہ طیبہ سے عمرہ وحج کا احرام باندھیں گے تو قارن ہو جائیں گے، ہم نے اِس سے قبل بھی ''فتاویٰ حج وعمرہ'' میں قران کے جواز کا ذِکر کیا ہے اب شمس الائمہ امام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ کی "مبسوط" کے حوالے سے ذِکر کرتا ہوں چنانچہ لکھتے ہیں کہ

إنْ دخَلَ بعُمرَةٍ فاسدةٍ فی أشهُرِ الحجّ فقَضَاهَا، ثمَّ خَرَجَ حتّی جَاوَزَ الميقاتَ، ثُمَّ قَرَنَ عُمرةً و حجّةً كان قارناً، لأنَّ أكثرَ ما فيه أنَّ حالَه كحالِ المكّيِّ متی حَصَل بمكة بالعُمرةِ الفاسدةِ و قد بيَّنّا أنَّ المكّيَّ إذَا خَرَجَ من الميقاتِ ثُمَّ قرَنَ حجّةً و عمرةً كان قارناً، فهذا مثلُه (۲٤۰)

یعنی، اگر وہ شخص حج کے مہینوں میں عمرہ فاسدہ کے ذریعے داخل ہوا، پھر عمرہ کی قضا کی، پھر وہ نکلا یہاں تک کہ میقات سے تجاوز کر گیا، پھر (میقات سے) عمرہ اور حج کا قِران کیا تو وہ قارن ہے، اِس لئے کہ زیادہ سے زیادہ اُس کا حال مکی کے حال کی طرح ہے جب مکہ میں عمرہ

۲۳۵۔ مختصر القدوری، کتاب الحجّ، باب القِران، ص ۷۰

۲۳٦۔ کنز الدّقائق، کتاب الحجّ باب القِران، ص ۲۹

۲۳۷۔ وقایة الرّوایة مع شرحه، کتاب الحجّ، باب القران، ۵۹۷/۲

۲۳۸۔ مجمع البحرین، کتاب الحج، فصل: فی القِران، ص ۲۳۵، ۲۳٦

۲۳۹۔ المختار الفتوی، کتاب الحجّ باب القِران، ص ۸۹

۲٤۰۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب الجمع بین الإحرامین، ۱۷۰/۳/۲

فاسدہ کے ذریعے وارد ہوا، اور بے شک ہم نے بیان کر دیا ہے کہ مکی نے جب میقات سے خُروج کیا پھر حج اور عمرہ کا قِران کیا تو وہ قارن ہے، تو یہ شخص بھی اُس کی مثل ہے۔

شمس الائمہ علیہ الرحمہ کے فرمان کہ ''مکی (حقیقی) جب میقات سے نکلا، پھر اُس نے (میقات سے) حج وعمرہ کا قِران کیا تو وہ قارن ہے اور یہ (آفاقی) شخص (جو مکی کے حکم میں ہے) اس کی مثل ہے'' سے صاف ظاہر ہے حقیقی مکی جب میقات سے حج قِران کا احرام باندھ لے تو وہ قارن ہو جاتا ہے تو وہ شخص مکی کے حکم میں ہے وہ بھی میقات سے حج قِران کا احرام باندھنے سے قارن ہو جائے گا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

إلّا أنّ المكّيَّ إذا بالكُوفةِ، فلما انتهى إلى الميقاتِ قَرَنَ بين الحجّ و العُمرَةِ، فأحرمَ لهما صحَّ، وَ يلزَمُهُ دمُ القِرَان، لأنّ صفَةَ القَارِنِ أن تكون حجّتُهُ و عُمرتُهُ مُتَقارِنَتَيْنِ يحرُمُ جَميعاً معًا، قد وُجِدَ هذا فى حقِّ المكّيّ (۲۴۱)

یعنی، مگر مکی جب کوفہ میں ہو، پس جب میقات پر پہنچا اور اُس نے حج اور عمرہ میں درمیان قِران کیا، پس اُس نے دونوں کا احرام باندھا تو درست ہوا، اور اُسے دمِ قِران لازم ہوگا، کیونکہ صفتِ قارن یہ ہے کہ اُس کا حج اور عمرہ دونوں مقارن ہوں، دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے اور یہ صفت مکی کے حق میں پائی گئی۔

اِس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ مکی جب کوفہ گیا اور وہاں سے واپسی پر اُس نے میقات سے حج قِران کا احرام باندھا تو اُس پر احرام درست ہوگیا تو وہ شخص جو حکماً مکی ہے وہ جب اِس طرح کرے گا تو اُس کا بھی قِران درست ہو جائے گا کیونکہ جب وہ مکہ میں تھا تو حکماً مکی تھا اور جب مدینہ طیبہ گیا حکماً مدنی ہوگیا اور اُس کے لئے وہ جائز ہے جو وہاں کے رہنے

۲۴۱ـ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب المواقيت، ۱۵۴/۴/۲

کے لئے جائز ہے، اُس کے لئے قران جائز تھا تو اِس کے لئے بھی قِران جائز ہے، چنانچہ قاضی حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ نقل کرتے ہیں کہ

و أما إذا خَرَجَ المكيُّ و من فی معنَاهُ إلى الآفاق لحاجةٍ، و لو فى الأشهر، فإنّه يصير حكمُه حكمَ أهل الآفاقِ فى الإحرامِ لأنه صار ملحقاً بهم، فلا تكرهُ العمرةُ كما لا يكرهُ له القران (۲۴۲)

یعنی، مگر مکی اور وہ جو مکی کے معنی میں ہے جب کسی کام سے آفاق کی جانب نکلا اگرچہ حج کے مہینوں میں، تو احرام کے بارے میں اُس کا حکم وہی ہو گیا جو اہلِ آفاق کا ہے کیونکہ وہ اُن کے ساتھ ملحق ہوگیا پس اُس کے لئے عمرہ مکروہ نہیں ہے جیسا کہ اُس کے لئے حج قِران مکروہ نہیں ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٦ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١٢نوفمبر ٢٠١٠ م 696-F

حاجی مزدلفہ میں نماز مغرب ادا کی نیّت سے پڑھے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مزدلفہ کی رات مغرب وعشاء کی نماز میں عشاء کے وقت مُزدلفہ میں ادا کی جاتی ہیں اور اُس وقت تقریباً عشاء کا وقت ہی ہوتا ہے کیونکہ حاجی مغرب کے بعد عرفات سے نکل کر عشاء کے وقت میں ہی مزدلفہ پہنچتا ہے اُس وقت چونکہ مغرب کا وقت نہیں ہوتا تو وہ جو مغرب نماز پڑھتا ہے وہ ادا ہوتی ہے یا قضاء، اور ہم نے ادا کی نیت کی تھی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مغرب قضاء ہوتی ہے، آپ کی اِس بارے میں کیا رائے ہے؟

(السائل: محمد اعجاز، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: مزدلفہ کی رات حاجی مُزدلفہ میں جو

۲۴۲ـ إرشاد السّاری إلى مناسك الملاّ على القارى، باب التّمتّع، فصل: فی تمتّع المكیّ، تحت قول اللباب: فمن تمتّع منهم إلخ، ص ۳۰۵

مغرب کی نماز پڑھتا ہے وہ ادا ہوتی ہے قضاء نہیں، اِس لئے فقہاء کرام نے تصریح کر دی، نماز پڑھتے وقت ادا کی نیّت کرے گا نہ کہ قضاء کی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و یَنوی المَغرِبَ أداءً لا قضاءً (۲۴۳)

یعنی، مغرب نماز میں ادا کی نیّت کرے گا نہ کہ قضاء کی۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

نیت کند نماز مغرب را اداء کما صرّح بہ فی ''البحر الزاخر'' وغیرہ نہ قضاء چنانکہ توہم کردہ اند بعضے عوام (۲۴۴)

یعنی، نمازِ مغرب میں ادا کی نیّت کرے جیسا کہ ''البحر الزاخر'' وغیرہ میں اِس کی تصریح کی ہے نہ کہ قضاء کی جیسا کہ بعض لوگوں کا وہم ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

کما صرَّحَ به فی "البحرِ الزَّاخِر" وغَیرِہ خلافاً لما یَتوهّمهُ العامّةُ: فإنّه ﷺ قال لمَن قالَ لَه فی وقتِ المَغربِ "أما نُصَلّی یا رَسُولَ اللّٰهِ؟ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ" أی: وقتُها وَرَاءَكَ (۲۴۵)

یعنی، جیسا کہ اِس کی "بحرُ الزّاخِر" وغیرہ میں تصریح کی ہے برخلاف اُس کے کہ جس کا عوام نے وہم کیا، پس حضور ﷺ نے اُسے فرمایا جس سے مغرب کے وقت کے بارے میں عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم نماز نہ پڑھ

۲۴۳۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام المزدلفة، فصل: فی الجمع بین الصّلاتین بها، ص۲۳۷

۲۴۴۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب هفتم: در بیان مزدلفه و أحكام آن، فصل دویم: دربیان جمع بین المغرب و العشاء در مزدلفه، ص۱۹۵

۲۴۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أحكام المزدلفة، فصل: فی الجمع بین الصّلاتین بها، ص۲۳۷

لیں، نماز تیرے آگے ہے، (۲۴۶) یعنی نماز کا وقت تیرے آگے ہے۔

اور اِس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید بن عبد الغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

أقولُ: و أمّا قولُ صاحبِ البَحرِ الرَّائقِ: "و المغرب قضاءٌ" فقد ردّه فی "النّهر" حیثُ قال: و یَنوِی فی المَغربِ الأداءَ لا القَضَاءَ كما فی "السِّراج" و به اندَفَعَ ما فی "البَحرِ الرَّائق": أنّ المَغرِبَ یَقعُ قَضَاءً اه كذا فی "الحباب" (۲۴۷)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ صاحب "بحرُ الرَّائق" کا قول کہ ''اور مغرب از روئے قضاء کے'' (۲۴۸) (پڑھے) پس تحقیق "نهرُ الفائق" (۲۴۹) میں اِس کا رد کیا جب کہ فرمایا مغرب میں ادا کی نیّت کرے نہ کہ قضاء کی جیسا کہ "السّراج الوهاج" (۲۵۰) میں ہے اور اِس سے وہ مندفع ہو گیا جو "بحر الرّائق" میں ہے کہ ''مغرب قضاء واقع ہوگی'' اھ، اِسی طرح "حباب" میں ہے۔

اور امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

۲۴۶۔ "صحیح بخاری" میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی، نماز؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: "الصَّلَاةُ أَمَامَكَ" نماز تیرے آگے ہے، پھر مزدلفہ تشریف لائے تو کامل وضو فرمایا، پھر نماز کی اقامت ہوئی پس آپ نے نماز پڑھائی ...... پھر اقامت ہوئی، آپ نے نماز پڑھائی اور اُن کے مابین کوئی نماز ادا نہ فرمائی۔ (صحیح البخاری، كتاب الحجّ، باب الجمع بین الصّلاتین بالمزدلفة، برقم: ۱۶۲۷، ۴۱۲/۱، ۴۱۳)

۲۴۷۔ إرشاد السّاری إلی مناسك المُلّا علی القاری، باب أحكام المزدلفة، فصل: فی الجمع بین الصّلاتین بها، ص۲۳۷

۲۴۸۔ البحرُ الرّائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قول الكنز: و صَلّ بالنّاس العشائین، ۵۹۷/۲

۲۴۹۔ النّهرُ الفائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قول الكنز: بأذان و إقامة، ۸۵/۲

۲۵۰۔ السّراج الوهّاج، صاحبِ "جوهره نیره" علامہ ابوبکر بن علی بن محمد حدادی زبیدی متوفی ۸۰۰ھ کی کتاب ہے جو کہ "مختصر القدوری" کی شرح ہے۔

و لا یجوزُ أن یکونَ قضاءً فتعیَّنَ أن یکونَ ذلك وقتُه (۲۵۱)
یعنی، اور جائز نہیں کہ (نمازِ مغرب) قضاء ہو پس وہ اس (نماز) کا وقت ہونا متعیّن ہو گیا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۹ ذوالحجۃ ۱۴۳۱ھ، ۲۵ نوفمبر ۲۰۱۰ م 693-F

مُزدلفہ میں مغرب وعشاء کے مابین تکبیرِ تشریق

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ حاجی کو مُزدلفہ میں مغرب وعشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت میں ملا کر پڑھنے کا حکم ہے اور یہ حکم ہے کہ مغرب وعشاء کے فرضوں کے درمیان سنّت ونفل وغیرہ نہ پڑھے اور نہ کسی اور کام میں مشغول ہو، اب سوال یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد تکبیراتِ تشریق کہے یا نہ کہے حالانکہ تکبیر کہنے میں بہت ہی کم وقت صرف ہوتا ہے۔

(السائل: حافظ بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: بعض علماءِ کرام کا اِس بارے میں کہنا ہے کہ فقہاءِ کرام کی جمع بین الصلاتین کے بارے میں یہ عبارت کہ ''امام ومقتدی کے لئے مکروہ ہے دونوں نمازوں کی مابین سُنَن ونوافل یا کسی اور کام میں مشغول ہونا'' یہ اپنے عموم کے ساتھ تکبیرِ تشریق کو بھی شامل ہے، اس لئے وہ دونوں کے بعد تکبیراتِ تشریق کہے یعنی دونوں نمازوں کے مابین کسی بھی عمل کے ساتھ فصل نہ کرے اور اُن کی دلیل نبی کریم ﷺ کا عمل ہے جو حدیث شریف میں وارد ہے چنانچہ ''صحیح مسلم'' میں عرفات کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ

''ثُمَّ أَذَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّی الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ وَ لَمْ يُصَلِّ

۲۵۱۔ العِنایۃ علی ہامش الفتح، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قولہ: إشارۃ إلی أنّ التأخیر واجبٌ ۲/۳۷۹

بَیْنَهُمَا شَیْئًا''
یعنی، پھر اذان ہوئی، پھر اقامت ہوئی تو نمازِ ظہر پڑھائی، پھر اقامت ہوئی تو نمازِ عصر پڑھائی اور ان کے مابین کوئی نماز ادا نہ فرمائی۔

اور مزدلفہ کے بارے میں ہے کہ

''حَتّٰی أَتَی الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلّٰی بِهَا الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَ إِقَامَتَيْنِ، وَ لَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا'' (۲۵۲)

یعنی، حتی کہ مزدلفہ تشریف لائے، پس وہاں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھائیں اور ان کے درمیان کوئی نماز ادا نہ فرمائی۔

اور ''مُصَنَّف ابن أبی شیبۃ'' میں ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں:

''صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَ أَقَامَتَيْنِ، وَ لَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا'' (۲۵۳)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھائیں اور اِن کے مابین کوئی نماز ادا نہ فرمائی۔

اور کچھ علماءِ کرام کے نزدیک اِن نمازوں کے مابین تکبیراتِ تشریق کہنے میں حرج نہیں کیونکہ حدیث شریف میں تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں نمازوں کے مابین کوئی نماز نہ پڑھی، اِس سے تکبیرِ تشریق کا ترک لازم نہیں آتا اور اس لئے اُن کے نزدیک نماز نہ پڑھنے پر تکبیر نہ کہنے کو قیاس نہیں کیا جائے گا کیونکہ تکبیراتِ تشریق کا وُجوب علیحدہ ہے اور پھر تکبیر کہنے میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ اتنا قلیل ہے جسے دو فرضوں کے مابین فاصل قرار نہیں دیا جائے

۲۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الحجّ، باب حجّۃ النبیّ ﷺ، برقم: ۲۹۲۲/۱۴۷۔ (۱۲۱۸)، ص ۵۶۶، ۵۶۷

۲۵۳۔ المصنَّف لابن أبی شیبۃ، کتاب المناسك، باب من قال: لا یجزئه الأذان بجمع وحده أو یؤذن أو یقیم، برقم: ۱۴۲۴۷، ۳۶۱/۸

گا اور تکبیراتِ تشریق کا وُجوب ہم احناف کے نزدیک ثابت ہے اور اُس کے سُقوط کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور سُقوط کی کوئی صریح دلیل نہیں ہے، چنانچہ علامہ حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں کہ سید محمد امین ابن عابدین نے فرمایا کہ

قلتُ: فيه نظرٌ، فإنَّ الواردَ في الحديث "أنّه ﷺ صَلَّى الظُّهرَ ثُمَّ أقامَ فَصَلَّى العَصْرَ، وَ لَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا"، ففيه التّصريحُ بتركِ الصّلاةِ بينهما، و لا يلزَمُ منه تركُ التّكبيرِ، و لا يُقاسُ على الصّلاةِ لوُجوبه دونها، لأنَّ مدّتَهُ يَسيرةٌ، حتىٌّ لم يُعَدَّ فاصلاً بين الفَريضةِ الآتيةِ، (٢٥٤) و الحاصلُ: أنَّ التكبيرَ بعد ثبوتِ وُجوبه عندنا لا يَسقُطُ هنا إلّا بدليلٍ، و ما ذُكِرَ لا يصحُّ (٢٥٥) للدّلالةِ كما علِمتَهُ، هذا مَا ظَهَرَ لي و اللّٰه أعلم۔ اهـ (٢٥٦)

یعنی، (علامہ شامی (۲۵۷) فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اِس میں (یعنی دونوں نمازوں کے مابین تکبیرِ تشریق نہ کہنے کے قول میں) نظر ہے، پس بے شک واردحدیث شریف میں تو یہ کہ حضور ﷺ نے (عرفہ کے روز) ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی پس عصر کی نماز ادا فرمائی اور اِن دونوں کے مابین کوئی نماز نہ پڑھی، پس اِس میں تو دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھنے کی تصریح ہے جس سے ترکِ تکبیر لازم نہیں آتا اور نماز نہ پڑھنے پر قیاس نہیں کیا جائے گا اِس لئے کہ اِس کا وُجوب علیحدہ ہے، کیونکہ تکبیر کی مدّت تھوڑی ہے یہاں تک کہ اِسے دوسرے

٢٥٤۔ و في "الرَّدِّ": "الرّاتبة" مكان "الآتية"

٢٥٥۔ وفي "الرَّدِّ": "لا يصلحُ" مكان "لا يَصحُّ"

٢٥٦۔ إرشاد السّاري إلى مناسك الملا علي القاري، باب الوقوف بعرفات و أحكامه، فصل: في الجمع بين الصّلاتين بعرفة، ص٢١٥

٢٥٧۔ رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، فصل في الإحرام، مطلب: في الرّواح إلى عرفاتٍ، تحت قوله: على المذهب، تنبيه، ٥٩٣/٣

فرض میں فاصل شمار نہیں کیا جاتا، حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے نزدیک تکبیر کے وُجوب کے ثبوت کے بعد سوائے دلیل کے ساقط نہ ہوگا اور (دلیل کے طور) جو ذِکر کیا گیا وہ دلالت کے لئے درست نہیں ہے جیسا کہ تم اِسے جانتے ہو، یہ وہ ہے جو (اِس باب میں) میرے لئے ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اِس کے بعد علامہ حسین بن محمد سعید مکی حنفی لکھتے ہیں:

و لم يتعقّبه العلّامةُ الرّافعي في تقريرِه عليه، فيَظهرُ أنّه موافقهُ، ثُمَّ رأيتُ العلّامه طاهر سنبل قرَّرَ أيضاً نحو ما في "ردّ المحتار" (٢٥٨)

یعنی، اور (علامہ شامی نے جب دونوں نمازوں کے مابین تکبیر تشریق کے عدمِ سقوط کو ثابت کیا تو) علامہ رافعی نے اپنی تقریر (یعنی تقریراتِ رافعی) میں اِس پر تعقّب نہ فرمایا تو ظاہر ہوا کہ وہ اِس کے موافق ہیں، پھر علامہ طاہر سنبل نے بھی اِسے ثابت رکھا (یعنی وُجوب کے عدمِ سقوط کو) مثل اُس کے جو "رد المحتار" (٢٥٩) میں ہے۔

لہٰذا جس پر تکبیراتِ تشریق واجب ہیں اُس پر عرفہ کے روز ظہر وعصر ملا کر پڑھنے کی صورت میں اِن دونوں نمازوں کے مابین اور مُزدلفہ میں مغرب وعشاء ملا کر پڑھتے وقت دونوں کے مابین واجب رہیں گی۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ١٨ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ٢٤ نوفمبر ٢٠١٠م 692-F

٢٥٨۔ إرشاد السّاري إلى مناسك مناسك المُلّا علي القاري، باب الوقوف بعرفات و إحكامه، فصل الجمع بين الصّلاتين بعرفة، ص٢١٥، ٢١٦

٢٥٩۔ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الحجّ، فصل: في الإحرام، مطلب: في الرّواح إلى عرفاتٍ، تحت قوله: على الواجب، تنبيه، ٥٩٣/٣

طوافِ زیارت کی حج میں اہمیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ دو میاں بیوی بہت ضعیف اور بیمار ہیں جنہوں نے اب سولہ ذوالحجہ تک طوافِ زیارت نہیں کیا ہے، خود چلنے کی بھی قدرت نہیں رکھتے اور طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے پاکستان واپسی کا پروگرام ہے، اَب اس کی کیا صورت ہوگی؟ اگر طوافِ زیارت نہ کریں اُس کی جگہ کوئی دَم وغیرہ لازم ہوتو وہ دے دیں تو کفایت کرے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طوافِ زیارت حج کا دوسرا رُکن ہے (٢٦٠) چنانچہ علامہ ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

و الرُّكن الآخرُ: هو طوافُ الزِّيارة (٢٦١)

یعنی، اور دوسرا رُکن وہ طوافِ زیارت ہے۔

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں کہ

فنقولُ: رُكنُ الحجّ: الوُقوفُ بعرفةَ و طوافُ الزِّيارةِ (٢٦٢)

یعنی، پس ہم کہتے ہیں کہ حج کے رُکن وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

٢٦٠۔ حج کے کُل تین فرض ہیں ایک احرام، دوسرا وقوفِ عرفہ اور تیسرا طوافِ زیارت چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں: و فی "الكافي" فرضُ الحجّ: الإحرامُ و الوقوفُ بعرفة، و طوافُ الزِّيارة (الفتاوی التاتارخانيّة، كتاب الحجّ، الفصل الثّاني: في بيان رُكن الحجّ و كيفية وجوبه، ٣٣١/٢) یعنی، "کافی" میں ہے کہ حج کے فرض، احرام، وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت ہیں۔ اور ان میں سے دو رُکن ہیں وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت۔

٢٦١۔ المسالك في المناسك، فصل: في بيان فرائض الحجّ و سُنَنه إلخ، ٣٢٠/١

٢٦٢۔ الفتاوی التّاتارخانية، كتاب الحجّ، الفصل الثّاني: في بيان رُكن الحجّ و كيفية وجوبه، ٣٣١/٢

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوفُوا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (٢٦٣)

ترجمہ: پھر اپنا میل کچیل اُتاریں اور اپنی منّتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔ (کنز الایمان)

اِس آیہ کریمہ کے تحت علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

أمر بالطَّوافِ بعدَ قضاءِ التَّفَثِ وهو إزالةُ الدَّرنِ، و الطّوافُ الّذي يجبُ بعدَ قضاءِ التَّفَثِ عقيبَه في يوم النَّحر إنّما هُو طوافُ الزّيارةِ لا غيرُ (٢٦٤)

یعنی، اللہ تعالیٰ نے قضاءِ تفث کے بعد طواف کا حکم فرمایا اور قضاءِ تفث میل زائل کرنا ہے اور طواف جو قضاءِ تفث کے بعد یومِ نحر میں واجب ہے وہ صرف طوافِ زیارت ہے نہ اور کوئی (طواف)۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

هذا الطّواف يُسمّى طوافَ الزّيارة، و طوافَ الرُّكن، و طوافَ يوم النّحر، كذا في "فتاویٰ قاضيخان" و في "الحجّة": و يقالُ له: طوافُ الواجبِ، كذا في "التّتارخانية" (٢٦٥)

یعنی، اِس طواف کا نام طوافِ زیارت، طوافِ رکن، طوافِ یومِ نحر رکھا جاتا ہے، اِسی طرح "فتاویٰ قاضیخان" (٢٦٦) میں ہے اور "فتاوی حجّة" میں ہے کہ اسے ''طوافِ واجب'' کیا جاتا ہے، اِسی طرح

٢٦٣۔ الحج: ٢٩/٢٢

٢٦٤۔ المسالك في المناسك، فصل: في بيان فرائض الحجّ وسُنَنه إلخ، ٣٢٠/١

٢٦٥۔ الفتاوي الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس: في كيفية أداء الحج، ٢٣٢/١

٢٦٦۔ فتاوی قاضيخان على هامش الهندية، كتاب الحجّ، فصل: في كيفية أداء الحجّ، ٣٩٦/١

"فتاویٰ تتارخانیہ" (٢٦٧) میں ہے۔

اورعلامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

یسمّی طواف الإفاضة و طواف یوم النُّحر (٢٦٨)

یعنی، اس کا نام "طواف اِفاضہ" اور "طوافِ یوم نحر" رکھا جاتا ہے۔

اور اِس کی ادائیگی کے بغیر حج مکمل نہ ہوگا چنانچہ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

و أنّه فرضٌ لا یتمُّ الحجُّ بدونه (٢٦٩)

یعنی، اور یہ (طوافِ زیارت حج میں) فرض ہے، حج اِس کے بغیر پورا نہ ہوگا۔

اور کوئی چیز رُکن کا بدل نہیں بن سکتی اور طوافِ زیارت حج میں رُکن ہے چنانچہ علامہ کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و حدُّ الرُّکنِ ما لا یُجزی عنه البدلُ (٢٧٠)

یعنی، رُکن کی تعریف یہ ہے کہ جس سے بدِل جائز نہ ہو۔

امام ابوبکر احمد جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

فأمّا طوافُ الزّیارة فإنّه لا ینوبُ عنه شیءٌ و یَبقی الحاجُّ

٢٦٧ـ الفتاوی التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل الثّالث: فی تعلیم أعمال الحجّ، الکلام فی الرّمی فی مواضع، ٣٥١/٢، و فیه: هذا هو الطّواف المفروض فی الحجّ، و یسمّی "طواف الإفاضة" و "طواف یوم النّحر" و فی "الخانیة" و یسمّی "طواف الزّیارة" وفی "الحجّة": و یقال له: "الطواف الواجب" و فی "شرح الطّحاوی": و یسمّی "طواف الرُّکن"، یعنی، یہ طواف حج میں فرض ہے اور اس کا نام "طواف افاضہ" اور "طوافِ یوم نحر" رکھا جاتا ہے اور "خانیہ" میں ہے اس کا نام "طوافِ زیارت" رکھا جاتا ہے اور "حجت" میں ہے کہ اسے "طوافِ واجب" کہا جاتا ہے اور "شرح الطّحاوی" میں ہے کہ اِس کا نام "طوافِ رُکن" رکھا جاتا ہے۔

٢٦٨ـ الهدایة، باب الإحرام، تحت قوله: هذا الطّواف هو إلخ، ١ـ١٨٠/٢

٢٦٩ـ المسالك فی المناسك، فصل: فی بیان أنواع الأطوفة، ٤٢٦/١

٢٧٠ـ المسالك فی المناسك، فصل: فی بیان فرائض الحج و سُنَنه إلخ، ٣٢٠/١

مُحرماً من النّساءِ حتی یطوفَه (٢٧١)

یعنی، مگر طوافِ زیارت تو کوئی شئی اُس کے قائم مقام نہیں ہوتی، حاجی عورتوں کے حق میں مُحرم رہتا ہے یہاں تک کے طواف کرے۔

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و فی "شرحِ الطّحاوی": ثُمّ الرُّکن لا یجزی عنه البدلُ و لا یتخلّصُ عنه بالدّمِ إلّا بإتیان عَینه، و الواجبُ یجزی عنه البدلُ إذا ترکه (٢٧٢)

یعنی، "شرحُ الطّحاوی" میں ہے کہ پھر رُکن سے کوئی بدل جائز نہیں اور نہ دَم کے ذریعے اُس سے خلاصی حاصل ہو سکتی ہے مگر اُس کے عین کو ادا کرنے سے، اور واجب سے بدل جائز ہوتا ہے جب اُسے ترک کر دے۔

یاد رہے کہ حج کے تینوں فرائض کا یہی حکم ہے چنانچہ علامہ کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و الحجُّ لا یتمُّ بدون هذه الثّلاثة، و الدّمُ لا یَقومُ مقامَها و لا یُجبِرُها (٢٧٣)

یعنی، حج اِن تین (یعنی احرام، وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت) کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور دَم اِن کے قائم مقام نہیں ہوتا اور نہ انہیں پورا کرتا ہے۔

لہٰذا طوافِ زیارت کرنا ہی ہوگا اور اُن پر ایامِ نحر سے تاخیر کی وجہ سے دَم بھی لازم ہوگا کیونکہ طوافِ زیارت کا ایامِ نحر یعنی بارہ ذوالحجہ کے غُروبِ آفتاب تک ادا کرنا واجب ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی واجباتِ حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

و طوافَ الزّیارةِ فی أیام النّحرِ (٢٧٤)

٢٧١ـ أحکام القرآن للرّازی، سورة البقرة، القول فی الطّائفین و العاکفین إلخ، ١١٠/١

٢٧٢ـ الفتاوی التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل الثّانی: فی بیان رُکن الحجّ، و کیفیة وجوبه، ٣٣١/٢

٢٧٣ـ المسالك فی المناسك، فصل: فی بیان فرائض الحجّ و سُنَنه إلخ، ٣٢٠/١

٢٧٤ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحجّ، فصل: فی واجباته، ص٧٨

یعنی، طوافِ زیارت کا ایامِ نحر میں ہونا واجب ہے۔

طوافِ زیارت کا ایامِ نحر میں ہونا واجب ہے، اِس کا مطلب ہے کہ اُس کے طواف کے اکثر پھیروں کا ایامِ نحر میں ادا کرنا واجب ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و طوافُ الزّیارۃ أی: أکثرُہ فی أیّامِ النّحر أی: علی قول الإمام (۲۷۵)

یعنی، اکثر طوافِ زیارت کا ایامِ نحر میں ہونا واجب ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے۔

اور اس میں صرف حیض ونفاس والی عورت کو رُخصت ہے اُس کے علاوہ جو بھی اِن ایام سے طوافِ زیارت کو مؤخّر کرے گا اُس پر دَم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و یَکرہُ تأخیرُہ عن ھذہِ الأیّام و إن أخّرہُ عنھا لزِمَہ دمٌ عند أبی حنیفۃ رحمہ اللہ (۲۷۶)

یعنی، طوافِ زیارت کی اِن ایام سے تاخیر مکروہ ہے اور اگر اِن ایام سے مؤخّر کیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس پر دَم لازم ہوا۔

اِس لئے وہیل چیئر پر بٹھا کر انہیں طواف کروا دیا جائے، کوئی مددگار نہ ملے تو مزدوری پر لوگ مل جاتے ہیں جو معذوروں کو طواف وسعی کروا دیتے ہیں، اِس طرح اُن کا یہ فرض ادا ہو جائے گا اور اگر سعی نہ کی وہ بھی کروا دیں کہ حج میں واجب ہے، اور یہ لوگ آفاقی ہیں لہٰذا طوافِ زیارت کے علاوہ ایک اور طواف بھی کروا دیا جائے جو طوافِ وداع ہو جائے گا کہ یہ طواف واجب ہے۔

اگر طوافِ زیارت نہ کیا تو حج مکمل نہ ہوگا لازم رہے گا کہ دوبارہ مکہ معظّمہ آکر کریں اور جب

۲۷۵۔ المسلک المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فرائض الحج، فصل: فی واجباته، ص۷۸

۲۷۶۔ بدایة المبتدی، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ۱۔۲/۱۸۰

تک طواف نہ کیا، عورت حلال نہ ہوگی اور طوافِ وداع نہ کیا اور چلے گئے تو دَم لازم آئے گا، اِسی طرح سعی نہ کی اور چلے گئے تو اُس کا بھی دَم دینا ہوگا اور دَم سرزمین حرم پر ذبح کرنا لازم ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثّلاثاء، ۱۷ ذوالحجّۃ ۱۴۳۱ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۱۰م 691-F

طوافِ وداع کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ وداع کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ کُتُبِ فقہ کی بعض عبارات سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اُس کا وقت تیسرے روز یعنی بارہ تاریخ کی رمی کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اِس لئے کوئی شخص طوافِ زیارت کے بعد بارہ کی رمی سے قبل طواف کر لے اور آخری رمی سے فراغت کے بعد اپنے وطن روانہ ہو جائے تو اُس کا یہ طواف طوافِ وداع سے درست ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف کے لئے ایک وقتِ جواز ہے اور دوسرا وقتِ استحباب، چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور ہند کے علماءِ احناف کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

و لَه وَقتَان: وقتُ الجَوَازِ و وقتُ الاستِحبَابِ (۲۷۷)

یعنی، اس کے لئے دو وقت ہیں، وقتِ جواز اور وقتِ استحباب۔

اور وقتِ جواز تو طوافِ زیارت کے بعد ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

أوّلُ وقتہ بعد طوافِ الزّیارۃ (۲۷۸)

۲۷۷۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس: فی کیفیة أداء الحجّ، ۱/۲۳۴، مطبوعة: دار احیاء التراث العربی، بیروت، و ۱/۲۹۸، مطبوعة: دار الفکر، بیروت

۲۷۸۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أنواع الأطوفة، الثّالث: طواف الصَّدر، ص۱۵۸

یعنی، اُس کا اول وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أو بعدَ مَا حلَّ النَّفر أی: بعد مَا طَاف للزّیَارةِ (۲۷۹)

یعنی، یا اُس کے بعد کہ لوٹنا حلال ہو گیا یعنی طوافِ زیارت کر لینے کے بعد۔

اور علامہ نظام (۲۸۰) اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (۲۸۱) لکھتے ہیں:

فالأوّل: أوّلُه بعدَ طوافِ الزِّیارةِ إذَا کانَ علی عزمِ السَّفرِ

یعنی، پس اول، اُس کا اول وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے جب کہ عزمِ سفر پر ہو۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

داول وقت جواز طواف وداع بعد طواف زیارت ست (۲۸۲)

یعنی، طوافِ وداع کا اول وقتِ جواز طوافِ زیارت کے بعد ہے۔

اور طوافِ وداع کا مستحب وقت وہ ہے جس وقت سفر کرنے کا ارادہ کر لے چنانچہ علامہ نظام حنفی لکھتے ہیں:

و الثّانی: أن یُوقعَهُ عندَ إرادةِ السَّفرِ (۲۸۳)

۲۷۹۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة، فصل: بعد فصل: فی شرائط صحة الطّواف مع قوله: أو بعد ما إلخ، ص۱۶۱

۲۸۰۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحجّ، ۱/۲۳۴، مطبوعة: دار احیاء التّراث العربی، بیروت، (۱/۲۹۸، مطبوعة: دار الفکر، بیروت)

۲۸۱۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی طواف الصّدر، تحت قوله: ثُمّ إذا أراد السّفر، ۳/۶۲۱

۲۸۲۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم: در بیان طواف و انواع آن، فصل اول: در بیان انواع طواف، ص۱۱۴

۲۸۳۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس: فی کیفیة أداء الحجّ، ۱/۲۳۴ (۱/۲۹۸)

یعنی، طوافِ وداع کا مستحب وقت یہ ہے کہ سفر کے ارادے کے وقت ادا کرے۔

حتی رُوِی عن أبی حنیفةَ رحمه الله تعالیٰ: أنّه لَو طافَ ثُمَّ أقَامَ إلی العشَاءِ، فأُحبُّ إلیَّ أن یطوفَ طوافاً آخر، لیکونَ تودیعَ البَیتِ آخرَ عَهدِهِ، کذا فی "البَحر الرَّائق" (۲۸۴)

یعنی، یہاں تک کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اُس نے اگر طواف (وداع) کر لیا، پھر عشاء تک ٹھہرا تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ دوسرا طواف کرے تا کہ بیت اللہ شریف کو وَداع کرنا اُس کا آخری عہد ہو، اِسی طرح "بحر الرائق" (۲۸۵) میں ہے۔

ہاں فقہاء کرام کی بعض عبارات سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ طوافِ وداع کا وقت بارہ تاریخ کی رمی کے بعد ہے جیسے علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ کی عبارت کہ

لأبی حنیفةَ رحمه الله تعالیٰ "إذا حلَّ النَّفرُ الأوّلُ، و هو وقتُ الخُروجِ مِن منًی لتركِ المَبیتِ فیها فقد حلَّ له وقتُ طوافِ الوَداعِ (۲۸۶)

یعنی، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جب نفرِ اول کا وقت آ گیا اور وہ رات گزارنے کو چھوڑنے کے لئے منیٰ سے نکلنے کا وقت ہے تو طوافِ وَداع کا وقت آ گیا۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی عبارت:

۲۸۴۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس: فی کیفیة أداء الحجّ، ۱/۲۹۸

۲۸۵۔ البَحر الرّائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: فطُف للصّدر إلخ، ۲/۶۱۴

۲۸۶۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی بیان أنواع الأطوفة، ۱/۴۳۳

أو بعد ما حلَّ النَّفرُ (۲۸۷)

یعنی، یا بعد اُس کے کہ نفر کا وقت آ گیا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی کی عبارت کہ:

ہمچنیں اگر طواف کرد بعد از ایام تشریق طواف مطلق یا طوافِ تطوّع واقع گردد از طوافِ وداع (۲۸۸)

یعنی، اِسی طرح اگر ایام تشریق کے بعد طواف کیا، مطلق طواف یا نفلی طواف تو وہ طوافِ وداع سے واقع ہوگا۔

لیکن اِن عبارات میں طوافِ وداع کے مستحب وقت کو بیان کیا گیا ہے نہ کہ وقت جواز کو، وقت جواز تو طوافِ زیارت کے بعد ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے "اللباب" میں اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے "حیات القلوب" میں دوسرے مقام پر صراحۃً لکھا ہے کہ وقتِ جواز طوافِ زیارت کے بعد ہے۔

اِسی لئے مُلّا علی قاری حنفی نے لکھا کہ:

و أمّا ما فی "المشکلات" مِن أنَّ وقتَهُ بعدَ الفراغِ من مناسكِ الحجّ، فمحمولٌ علی وقتِ استحبَابِه (۲۸۹)

یعنی، مگر جو "مشکلات" میں ہے کہ بے شک طوافِ وداع کا وقت مناسکِ حج سے فراغت کے بعد ہے پس وہ طوافِ وداع کے وقتِ استحباب پر محمول ہے۔

۲۸۷۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أنواع الأطوفة، فصل بعد فصل: فی شرائط صحة الطّواف، ص۱۶۱

۲۸۸۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، ص۱۱۷

۲۸۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة، الثّالث: طواف الصّدر، تحت قوله: و أول وقته بعد طواف الزّیارة، ص۱۵۸

لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص طوافِ زیارت کے بعد اور طواف کر لے چاہے دس ذوالحجہ کو کرے یا گیارہ یا بارہ کو اور وَداع کی نیّت سے طواف کئے بغیر وطن چلا جائے تو اُس کا یہ واجب ادا ہو جائے گا کیونکہ اُس نے طواف اُس وقت کیا جب طوافِ وداع کرنا جائز تھا اِس لئے یہ طواف طوافِ وداع ہو جائے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٦ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١٢ نوفمبر ٢٠١٠م 684-F

مآخذ ومراجع

☆ **القرآن الكريم**

١- **أحكام القرآن**، للرّازى، للإمام أبى بكر أحمد بن الجصاص (ت ٣٧٠ ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢١ھ- ٢٠٠١م-

٢- **إرشاد السّارى** إلى مناسك الملّا على القارى - للمكى، حسين بن محمد سعيد بن عبدالغنى الحنفى (ت١٣٦٦ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤١٩ھ- ١٩٩٨م

٣- **بداية المبتدى** (متن الهداية)، للمرغينانى، برهان الدين أبى الحسن على بن أبى بكر الحنفى (ت٥٩٣ھ)، دارالأرقم، بيروت-

٤- **البحر الرّائق** شرح كنز الدّقائق - لابن نجيم، زين الدّين بن إبراهيم بن محمد المصرى الحنفى (ت ٩٧٠ ھ)، ضبطه الشّيخ زكريا عميرات، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ-١٩٩٧م-

٥- **البحر العميق** فى مناسك المعتمر و الحاجّ إلى بيت الله العتيق، لابن الضّياء، محمد بن أحمد المكى الحنفى (ت٨٥٤ھ)، تحقيق عبدالله نذير أحمد عبدالرحمن مزى، مؤسّسة الريان، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٧ھ- ٢٠٠٦م

٦- **بدائع الصنائع** فى ترتيب الشرائع - للكاسانى، علاؤ الدين أبى بكر بن مسعود الحنفى (ت٥٨٧ ھ) تحقيق و تعليق على محمد معوض و عادل أحمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ- ١٩٩٧م

٧- **البناية** شرح الهداية، للعينى، الإمام محمود بن محمد بن موسى المعروف بدرالدّين الحنفى (ت٨٥٥ ھ)، تحقيق أيمن صالح شعبان، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ- ٢٠٠٠م-

٨- **بهار شريعت.** للأعظمى، محمد أمجد على صدرالشريعة الحنفى (ت١٣٦٧ھ)،

المكتبة المدينة، كراتشى، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ- ٢٠٠٩م-

٩- **التجريد** (الموسوعة الفقهية المقارنة)، للقدورى، الإمام أبى الحسين أحمد بن محمد بن جعفر الحنفى (ت٤٢٨ ھ)، تحقيق مركزالدراسات الفقهيّة و الاقتصادية : أ-د محمد أحمد سراج و أ-د على جمعة محمد، مكتبه محمودية، ارگ بازار، قندهار-

١٠- **تحفة الفقهاء**، للسّمرقندى، للإمام علاء الدّين محمد بن أحمد الحنفى (ت ٥٣٩ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة ١٤٢٢ھ- ٢٠٠٢م-

١١- **تنوير الأبصار** وجامع البحار فى فروع فقه الحنفى (مع شرحه للحصكفى)، للتمرتاشى، العلّامة محمد بن عبدالله بن أحمد الغزّى الحنفى (ت١٠٠٤)، تحقيق عبدالمنعم خليل إبراهيم، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤٢٣ھ-٢٠٠٢م

١٢- **جدّ الممتار علىٰ ردّ المحتار**، للإمام الشّيخ أحمد رضا خان (ت ١٣٤٠ھ)، المكتبة المدينة، كراتشى، الطّبعة الأولىٰ ١٤٧٢ھ- ٢٠٠٧م-

١٣- **جمع المناسك و نفع النّاسك المعروف بالمنسك الكبير**، للإمام رحمت الله بن القاضى عبد الله السّندى الحنفى (ت ٩٩٣ھ أو ٩٩٤ھ)، أفغانستان-

١٤- **حاشية ذخيرة العقبى**، للعلامة محمد عالم الحضركوتى، المطبع الإسلامى الواقع فى بلدة لاهور، الطّبعة ١٣٢٩ھ-

١٥- **حاشية الطّحطاوى على الدّرّ المختار**، للعلامة أحمد بن محمد الحنفى (ت ١٢٣١ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة ١٣٩٥ھ- ١٩٧٥م-

١٦- **حاشية العلّامة ابن حجر الهيتمى** (على شرح الإيضاح فى مناسك الحج) - تحقيق عبدالمنعم إبراهيم، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، الطّبعة الثانية ١٤٢٧ھ- ٢٠٠٦م-

۱۷۔ الحاوی القدسی فی فروع فقہ الحنفی، للغزنوی، للإمام القاضی جمال الدّین أحمد بن محمود الحلبی الحنفی (ت ۵۹۳ھ)، تحقیق : الدّکتور صالح العلی، المکتبۃ النّوریۃ الرّضویۃ، لاهور، الطّبعۃ الأولیٰ ۱۴۳۲ھ۔ ۲۰۱۱م۔

۱۸۔ حیلۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب ۔ للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالغفور الحارثی السندی الحنفی (ت۱۱۷۴ھ)، إدارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ

۱۹۔ حیلۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب ۔ للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالغفور الحارثی السّندی الحنفی (ت۱۱۷۴ھ)، مطبع فتح الکریم، بومبائی

۲۰۔ الدُّرُّ المختار (شرح تنویر الأبصار) ۔ للحصکفی، علاؤ الدین محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت۱۰۸۸ھ) تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطّبعۃ الأولی ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

۲۱۔ ذخیرۃ العقبی، للعلامۃ المحقّق یوسف بن جنید الملقّب بأخی جلبی الرّومی الحنفی (ت ۹۰۰)، المطبع الإسلامی الواقع فی بلدۃ لاهور، الطّبعۃ ۱۳۲۹ھ۔

۲۲۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار. للشّامی، محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی (ت۱۲۵۲ھ)، دار المعرفۃ ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

۲۳۔ السّنن الکبری، للإمام أبی بکر أحمد بن حسین بن علی البیهقی (ت ۴۵۸)، تحقیق محمد عبد القادر عطاء، الطّبعۃ ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۹م۔

۲۴۔ شرح مختصر الطّحاوی، للإمام أبی بکر الحصّاص الرّازی الحنفی(ت ۳۷۰ھ) تحقیق عصمۃ اللہ عنایۃ اللہ محمد، دار البشائر الإسلامیۃ، بیروت، الطّبعۃ الثّانیۃ، ۱۴۳۱ھ۔ ۲۰۱۰م۔

۲۵۔ شرح معانی الآثار، للإمام أبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامۃ الطّحاوی الحنفی (ت ۳۲۱ ھ)، تحقیق محمد زهری النّجّار و محمد سیّد جاد الحقّ، عالم الکتب، بیروت، الطّبعۃ الأولی ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴م۔

۲۶۔ شرح الوقایۃ مع عمدۃ الرّعایۃ ، للمحبوبی، لصدر الشّریعۃ الأصغر عبید اللہ بن مسعود (ت ۷۵۰ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطّبعۃ الأولی ۲۰۰۹م۔

۲۷۔ صحیح البخاری. للإمام محمد بن إسماعیل الجُعفی (ت۲۵۶ ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطّبعۃ الأولی ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

۲۸۔ صحیح مسلم. للإمام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت۲۶۱ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۱ ھ۔ ۲۰۰۱م

۲۹۔ عمدۃ الرّعایۃ، للعلامۃ أبی الحسنات عبد الحی اللّکهنوی الحنفی (ت ۱۳۰۴ ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطّبعۃ الأولی ۲۰۰۹م۔

۳۰۔ العنایۃ وهو شرح علی الهدایۃ، للبابرتی، الإمام أکمل الدّین محمد بن محمد بن محمود الحنفی (ت۷۸۶ھ)، اعتنی بہ أبو محروس عمروبن محروس، دارُالکتب العلمیۃ، بیروت، الطّبعۃ الأولیٰ۱۴۲۸ھ۔۲۰۰۷م۔

۳۱۔ غُنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ دُرَر الحکّام، للشّرنبلالی، للعلامۃ أبی الإخلاص حسن بن عمّار الحنفی (ت ۱۰۶۹ ھ)، مطبعۃ أحمد کامل الکائنۃ فی دار السّعادۃ، طبع فی سنۃ ۱۳۲۹ھ۔

۳۲۔ الفتاوی التّاتارخانیۃ، للعلامۃ عالم بن علاء الأنصاری الأندریتی الدّهلوی الحنفی(ت ۷۸۶ ھ)، تحقیق القاضی سجاد حسین، دار احیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعۃ الأولی ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م۔

۳۳۔ الفتاویٰ السّراجیّۃ. للأوسی، سراج الدّین علی بن عثمان الحنفی (ت۵۶۹ھ)، میر محمد کتب خانہ، کراتشی۔

۳۴۔ الفتاوی الظّهیریّۃ، للإمام ظهیر الدّین أبی بکر محمد بن أحمد البخاری الحنفی (ت۶۱۹ھ)، مخطوط مصوّر، المخزون فی دارِ الکتب لجمعیّۃ إشاعۃ

أهل السنّة، میتهادر، کراتشی

۳۵ـ **فتاوی قاضیخان (علی هامش الهندیة)**، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة الثالثة ۱۳۹۳ ھ ـ ۱۹۷۳م

۳۶ـ **فتاوی قاضیخان**، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، دار الفکر، بیروت، الطّبعة الأولی۱٤۲۹ھ ـ ۲۰۰۰م۔

۳۷ـ **الفتاویٰ الهندیة.** المسمّاة الفتاوی العالمکیریة، للشّیخ نظام (ت ۱۱٦۱ ھ)، وجماعة من علماء الهند، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة الثالثة ۱۳۹۳ ھ ـ ۱۹۷۳م

۳۸ـ **فتح القدیر.** لابن الهمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد الحنفی (ت ۸٦۱ھ)، داراحیاء التّراث العربی، بیروت۔

۳۹ـ **الکافی**، للحاکم الشهید (فی ضمن کتاب الأصل المسمّی بالمبسوط) الإمام أبی الفضل محمد بن محمد بن أحمد المروزی الحنفی (ت ـ۳ھ)، تصحیح وتعلیق أبی الوفاء الأفغانی، عالم الکتب، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۰ھ ـ ۱۹۹۰م۔

٤۰ـ **الکفایة شرح الهدایة (معه فتح القدیر)**، للإمام جلال الدّین الکرلانی الحنفی (ت ٦۷٦)، دار إحیاء التّراث العربی، بیروت۔

٤۱ـ **المختار الفتوی**، للموصلی، الإمام مجدالدّین عبدالله بن محمود الحنفی (ت ٦۸۳ھ)، تحقیق مرکز البحوث والدّراسات، مکتبة نزار مصطفیٰ الباز، مکة المکرمة، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ ـ ۱۹۹۷م۔

٤۲ـ **مختصر اختلاف العلماء**، صنّفه الإمام أبو جعفر أحمد بن محمد الطّحاوی الحنفی (ت ۳۲۱)، واختصره الإمام أبو بکر أحمد بن علی الجصّاص الرّازی الحنفی (ت ۳۷۰ ھ)، تحقیق دـ عبد الله نذیر أحمد، دار البشائر الاسلامیة،

بیروت، الطّبعة الثّانیة، ۱٤۷۱ھ ـ ۱۹۹٦م۔

٤۳ـ **مختصر القدوری فی فقه الحنفی**، للإمام أبی الحسن أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر البغدادی الحنفی (ت ٤۲۸ ھ)، تحقیق الشّیخ محمد محمد کامل عویضة، دارُالکتب العلمیّة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ ـ ۱۹۹۷م۔

٤٤ـ **مختلف الرّوایة**، لأبی اللّیث، الإمام نصر بن محمد السّمرقندی الحنفی (ت ۳۷۳ھ)، تحقیق دـ عبد الرحمن بن مبارك الفرج، مکتبة الرّشد، الرّیاض، الطّبعة الأولیٰ ۱٤٦۲ھ ـ ۲۰۰۵م۔

٤۵ـ **المسالک فی المناسک.** للکرمانی، أبی منصور محمد بن مکرّم بن شعبان الحنفی (ت ۵۹۷ ھ)، تحقیق الدکتور سعود بن إبراهیم، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲٤ھ ـ ۲۰۰۳م

٤٦ـ **المسلک المتقسّط فی المنسك المتوسّط** ـ للقاری، نور الدین علی بن محمد سلطان الهروی الحنفی (ت ۱۰۱٤ ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۹ھ ـ ۱۹۹۸م

٤۷ـ **المصنّف لابن أبی شیبة**، الإمام أبی بکر عبدالله بن محمد العبسی الکوفی (ت ۲۳۵ھ)، تحقیق محمد عوّامة، دارقرطبة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۷ھ ـ ۲۰۰٦م۔

٤۸ـ **المعجم الکبیر**، للطبرانی، أبی القاسم سلیمان بن أحمد (ت ۳٦۰ ھ)، دارإحیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الثّانیّة ۱٤۲۲ھ ـ ۲۰۰۲م۔

٤۹ـ **معرفة السُّنَن والآثار**، للبیهقی، الإمام أبی بکر أحمد بن الحسین الشّافعی (ت ۳۵۸ ھ)، تحقیق سیّد کسروی حسنُ، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۲ھ ـ ۲۰۰۱م۔

۵۰ـ **منحة الخالق علیٰ البحر الرّائق شرح کنز الدّقائق**، للإمام محمد أمین عابدین الدّمشقی الحنفی (ت ۱۲۵۲ ھ)، تخریج الشّیخ زکریّا عمیرات، دار

الکتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ-١٩٩٧م۔

۵۱۔ **النّهر الفائق شرح كنز الدّقائق**، للإمام سراج الدّين عمر بن ابراهيم ابن نجيم المصرى الحنفى (ت ١٠٠٥ ھ)، حققه و علّق عليه أحمد عزّو عناية، دار الکتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ- ٢٠٠٢م۔

۵۲۔ **وقاية الرواية، (و شرح الوقاية مع عمدة الرّعاية)** للمحبوبى، للإمام تاج الشّريعة محمود بن صدر الشريعة الحنفى (ت)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ٢٠٠٩م۔

۵۳۔ **هداية السّالك** إلى المذاهب الأربعة فى المناسك، للإمام عزّ الدّين بن جماعة الكنانى (ت ٧٦٧ھ)، تحقيق الدّكتور نور الدّين عتر، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ- ١٩٩٤م۔

۵۴۔ **الهداية** شرح بداية المبتدى للمرغينانى ـ برهان الدين أبى الحسن على بن أبى بكر الحنفى (ت٥٩٣ھ)، دار الأرقم، بيروت،